قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابوسعید

Online Edition

جمعرات 6/اکتوبر 2022ء | 9/ربیع الاول 1444 ہجری قمری | 6/اخاء 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:215

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابو ثعلبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں تم انہیں ضائع نہ کرنا۔ اس نے کچھ حدیں مقرر کی ہیں تم ان سے آگے نہ بڑھنا اور نہ ان کو پامال کرنا۔ اس نے کچھ چیزیں حرام کی ہیں تم ان کا ارتکاب نہ کرنا۔ کچھ باتوں کا ذکر اس نے چھوڑ دیا ہے صرف تم پر رحم کرتے ہوئے۔ نہ وہ بھولا ہے نہ اس نے غلطی کھائی ہے۔ پس ان کے متعلق کرید اور جستجو نہ کرنا۔

(دار قطنی باب الصید و الضبائح صفحہ 550)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

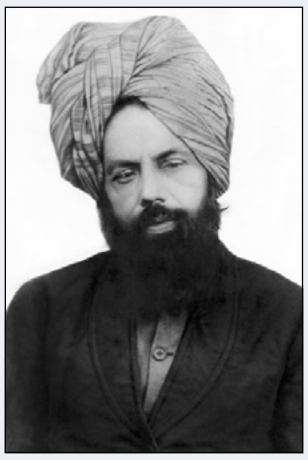

- تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں۔‘‘

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

- اگر حاکم ظالم ہو تو اس کو برا نہ کہتے پھرو، بلکہ اپنی حالت میں اصلاح کرو۔ خدا اس کو بدل دے گا یا اسی کو نیک کر دے گا۔ جو تکلیف آتی ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے۔ ورنہ مومن کے ساتھ خدا کا ستارہ ہوتا ہے۔ مومن کے لئے خدا تعالیٰ آپ سامان مہیا کر دیتا ہے۔ میری نصیحت یہی ہے کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو۔ خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔

(الحکم جلد 5 نمبر 19 مورخہ 24 مئی 1901ء صفحہ 9)

- اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اس میں یہی تو سِرّ ہے۔ یہی ایک راز ہے، یہی اصل بات ہے اور یہی جڑ ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہوسکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔

(الحکم جلد 5 نمبر 5 مورخہ 10 فروری 1901ء صفحہ 1)

ارشادِ باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۶۰﴾

(النساء: 60)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی اور اگر تم کسی معاملہ میں (اُولوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لَوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یومِ آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

فرمانِ خلیفہ وقت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس دائمی قدرت کے ساتھ وابستہ رہنے کے لئے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے جُڑے رہنے اور خلافت سے وابستہ رہنے کے لئے، اطاعت کے وہ معیار قائم کرنے کی ضرورت ہے جو اعلیٰ درجہ کے ہوں جن سے باہر نکلنے کا کسی احمدی کے دل میں خیال تک پیدا نہ ہو۔ بہت سارے مقام آسکتے ہیں جب نظام جماعت کے خلاف شکوے پیدا ہوں۔ ہر ایک کی اپنی سوچ اور خیال ہوتا ہے اور کسی بھی معاملے میں آراء مختلف ہوسکتی ہیں، کسی کام کرنے کے طریق سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن نظام جماعت اور نظام خلافت کی مضبوطی کے لئے جماعتی نظام کے فیصلہ کو یا امیر کے فیصلہ کو تسلیم کرنا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ خلیفۂ وقت نے اس فیصلے پر صاد کیا ہوتا ہے یا امیر کو اختیار دیا ہوتا ہے کہ تم میری طرف سے فیصلہ کردو۔ اگر کسی کے دل میں یہ خیال ہو کہ یہ فیصلہ غلط ہے اور اس سے جماعتی مفاد کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے تو خلیفۂ وقت کو اطلاع کرنا کافی ہے۔ پھر خلیفۂ وقت جانے اور اس کا کام جانے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذمہ دار اور نگران بنایا ہے اور جب خلیفہ، خلافت کے مقام پر اپنی مرضی سے نہیں آتا بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات اس کو اس مقام پر اس منصب پر فائز کرتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ اس کے کسی غلط فیصلے کے خود ہی بہتر نتائج پیدا فرمادے گا۔ کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ خلافت کی وجہ سے مومنوں کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا۔ مومنوں کا کام صرف یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے احکامات کی بجاآوری کریں اور اس کے رسول کے حکموں کی پیروی کرنے کی کوشش کریں اور کیونکہ خلیفہ نبی کے جاری کردہ نظام کی بجاآوری کی جماعت کو تلقین کرتا ہے اور شریعت کے احکامات کو لاگو کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے اس کی اطاعت بھی کرو اور اس کے بنائے ہوئے نظام کی اطاعت بھی کرو۔

(خطبہ جمعہ 9 جون 2006ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- تو ہے میرا خدا تو ہے میرا خدا (منظوم)
- روحانی پروف ریڈنگ
- حضرت چوہدری غلام محمدؓ۔ چک 99 شمالی ضلع سرگودھا
- قریش کی وجہ تسمیہ اور تعارف
- یورپ کی شرک آلودہ فضاء میں ہمارا طریق عمل
- راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

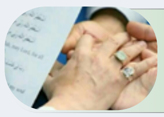

دربارِ خلافت

آج مرزا مسرور احمد نے میری ساری گھبراہٹ دور کر دی ہے (Dr.John)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ایک ہمسائے Mr.Claus Grimm ہیں جو مذہباً یہودی ہیں۔ انہوں نے مسجد کی شدید مخالفت کی تھی لیکن مسجد بننے کے بعد اور جماعت احمدیہ کا رویہ دیکھنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن کا رویہ بالکل بدلا ہوا تھا۔

پھر ایک دوسرے ہمسائے ہیں Mr.Ralph Grimm۔ یہ بھی بڑے سخت مخالف تھے۔ لیکن جب ان کی غلط فہمیاں دور ہوگئیں تو دوست بن گئے اور جماعت کے حق میں پھر یہ آواز اُٹھانے لگ گئے۔ اسی طرح اور بہت سارے دوست ہیں۔ پھر وہیں کے ایک سٹی کونسل Logan کے ڈپٹی میئر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ احمدیہ مسلم کمیونٹی خدمت انسانیت میں بہت آگے ہے اور احمدیہ کمیونٹی کی اعلیٰ خدمات اُسے دیگر کمیونٹیز سے ممتاز کرتی ہیں جن میں ہر سال آسٹریلیا کا کلین اَپ کے دوران صفائی کرنا، ریڈ کراس کے لئے فنڈ اکٹھے کرنا، بلڈ ڈونیشن اور دیگر فلاحی کام شامل ہیں۔ اسی طرح Queensland میں اس سال کے آغاز میں آنے والے سیلاب کے دوران جماعت احمدیہ کے پچاس افراد نے دو ہفتوں تک مختلف سیلاب زدہ علاقوں میں مدد کی۔ انہوں نے کہا کہ عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ بیرونِ ملک سے ہجرت کر کے یہاں بسنے والے معاشرے میں نہیں گھلتے ملتے۔ لیکن ہم اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ احمدیہ مسلم کمیونٹی کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو آسٹریلیا سے پیار کرتے ہیں اور اس ملک کے لئے قابلِ قدر خدمت سرانجام دے رہے ہیں اور یہی محبت اور رواداری ہے جس کی دنیا کو آج ضرورت ہے۔

پھر پولیس کمشنر بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی جماعت کی خدمات کو بڑا سراہا اور کہنے لگے کہ جماعت ہمیشہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرتی ہے اور تمام لوگوں سے عزت سے پیش آتی ہے اور آپ لوگ اعلیٰ اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ بول رہے تھے تو میرے ساتھ ایک ممبر آف پارلیمنٹ بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس کے بعد جب یہ گئے تو وہ مجھے کہنے لگے کہ یہ جو کمشنر ہیں ہمارے یہاں ان کا سٹیٹس (status) بڑا اونچا ہوتا ہے۔ اور عموماً یہ فنکشنز میں شامل نہیں ہوا کرتے۔ مجھے بڑی حیرت ہو رہی ہے کہ یہاں تم لوگوں کے فنکشن میں یہ آ گئے۔

پھر ایک ممبر آف پارلیمنٹ نے جب میرا وہ ایڈریس سنا تو کہنے لگے کہ میں جذبات سے بھر گیا ہوں اور بے حد متاثر ہوا ہوں۔ یہ خطاب دل سے کیا گیا تھا۔ اس خطاب نے اس مسجد کے متعلق ہر ایک کو مطمئن کر دیا ہے۔ امام جماعت کے خطاب کے دوران میں نے خاص طور پر غیر مسلم سامعین کے چہروں کو دیکھا اور مجھے محسوس ہوا کہ وہ امام جماعت کے اس پیغام کو گرمجوشی سے سراہ رہے ہیں۔ وہاں ایک ممبر آف پارلیمنٹ تھے۔ میرا خیال ہے غالباً یہ وہی ہیں جن کے ساتھ سائنس کے حوالے سے کچھ تبلیغی گفتگو بھی ہوئی کہ قرآن کیا کہتا ہے؟ بائبل کیا کہتی ہے؟ تو کہنے لگے کہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ قرآن کی تعلیم بائبل سے بالا ہے اور بہتر لگتی ہے۔ بہرحال اُن کو میں نے کہا کہ پھر آپ قرآن شریف پڑھیں بھی اور وہاں کے جو مقامی احمدی تھے اُن سے کہا ان کو بعض آیتوں کے حوالے بھی نکال دیں اور five volume commentary بھی اُن کو دی گئی تو اس طرح تبلیغ کے راستے بھی اللہ کے فضل سے کھلتے ہیں۔ Dr.John صاحب ایک مہمان تھے۔ کہتے ہیں کہ آج رات یہاں آنے سے پہلے میں بہت گھبرایا ہوا تھا کیونکہ میں مسلمان نہیں ہوں اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ مجھ سے کس قسم کا سلوک کیا جائے گا لیکن آج مرزا مسرور احمد نے میری ساری گھبراہٹ دور کر دی ہے۔

(خطبہ جمعہ 15 نومبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

تو ہے میرا خدا تو ہے میرا خدا

دردِ دل سے ہے نکلی یہی اک صدا
تو ہے میرا خدا، تو ہے میرا خدا
اشک آنکھوں میں ہیں سوز دل میں بھرا
تو ہے میرا خدا، تو ہے میرا خدا

مجھ کو گھیرا ہے غم کی گھنی چھاؤں نے
میں ہوں آکر پڑی تیرے ہی پاؤں میں
بیچ منجدھار میں چھوڑ کر یوں نہ جا
چھید ہیں کس قدر میری اس ناؤ میں
تو ہی رہبر مرا، تو مرا ناخدا
تو ہے میرا خدا، تو ہے میرا خدا

تو غریبوں کا والی، تو ہی آسرا
تیری چوکھٹ سے کوئی نہ خالی گیا
میں بھی ہوں ایک تیرے ہی در کی گدا
جھولی اپنی محبت سے بھر دے ذرا
آ مجھے تھام لے میرے مشکل کشا!
تو ہے میرا خدا، تو ہے میرا خدا

تیری جانب اٹھے میرا ہر اک قدم
روح سیراب ہو تجھ سے ہی دم بدم
اپنی رحمت کی چادر میں لے لے مجھے
رکھ لے پیارے! تو رحمت کا اپنی بھرم
پاس تو ہو اگر، دور ہو ہر بلا
تو ہے میرا خدا، تو ہے میرا خدا

غیر سے کیوں محبت کا دم میں بھروں
تجھ کو پا لوں میں تجھ سے دعا یہ کروں
ہے ازل سے ہی پیارے! یہ خواہش مری
تیری خاطر جیوں، تیری خاطر مروں
پیار سے تیرے یوں میرا دل ہو بھرا
تو ہے میرا خدا، تو ہے میرا خدا

منصورہ فضل من۔ قادیان

اداریہ

روحانی پروف ریڈنگ

گزشتہ دنوں اسلام آباد ٹلفورڈ برطانیہ میں ایک تقریب میں مجھے مکرم مجید احمد سیالکوٹی مربی سلسلہ لندن کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا۔ اس سے قبل خاکسار ایک آرٹیکل میں یہ لکھ آیا ہے کہ ہماری محفلیں دینی محفلیں ہوتی ہیں چاہے ولیمہ کی دعوت ہو یا رخصتی۔ جب چند احمدی اکٹھے مل بیٹھتے ہیں تو جماعتی موضوعات ہی زیر بحث آتے ہیں۔ مکرم مجید احمد سیالکوٹی (جو اب ایک بزرگ 80 برس سے اوپر ہیں) سے بھی دینی اور جماعتی باتیں ہی ہو رہی تھیں۔ باتوں باتوں میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے درد بھرے خطبات و خطابات کا ذکر ہو گیا کہ بعض خطبات میں یہ درد اور دلی خواہش اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ کی کیفیت حضور انور میں نظر آنے لگتی ہے۔ اس پر مکرم مربی صاحب موصوف اپنے مخصوص انداز میں کہنے لگے کہ حضور تو ہماری پروف ریڈنگ کرتے رہتے ہیں۔

مجھے آپ کے یہ الفاظ اصلاح احوال اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے بہت پسند آئے۔ چونکہ پروف پڑھنا میرا مشغلہ بھی ہے۔ اس لئے یہ الفاظ میرے دل کو لگے۔

خاکسار نے ابھی ایک تازہ آرٹیکل میں (جو شاید آٹھ دس دن تک منظر عام پر آ جائے) یہ لکھا تھا کہ انسان اپنی کتاب زندگی اپنے اعمال سے لکھتا خود ہے جسے اس کی وفات کے بعد پڑھتے اس کے لواحقین ہیں، سو انسان جب اپنی سوانح عمری خود تحریر کر رہا ہوتا ہے تو المسلم مراۃ المسلم کے تحت اس کے قریبی ساتھی، دوست اور عزیز و اقارب اس کی غلط حرکات، غلط سوچ اور الٹے کاموں کی طرف اسے توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ اُن کی نشان دہی کرتے ہیں۔ یہی وہ پروف ریڈنگ ہے جو ہمارے والدین، ہمارے باب دادا یا بزرگ ہماری زندگیوں میں کرتے ہیں جس میں زندگی بہتر ہوتی، نکھرتی اور اس میں ٹھہراؤ آتا ہے۔

جماعت احمدیہ میں گھروں سے باہر جماعتی اور ذیلی تنظیموں کی سطح پر ہماری زندگی کے مسودہ پر پروف ریڈنگ کا کام ہوتا رہتا ہے۔ ان میں سب سے بڑھ کر ہمارے خلیفہ، ہمارے امام، ہمارے مرشد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبات و خطابات اور تقاریر و دینی محفلوں میں جو لاجواب نکات بیان کر رہے ہوتے ہیں وہ دراصل ہماری ان نیکیوں کی طرف توجہ مبذول کروائی جا رہی ہوتی ہے۔

This Week with Huzoor اور ورچوئیل ملاقاتوں میں معارف کے نکات بیان ہوتے ہیں وہ حقیقت میں ہماری اصلاح اور تربیت کے لئے اور ہماری زندگیوں کے مسوّدوں کی چھانٹ پھٹک ہو رہی ہوتی ہے۔ نوک پلک ٹھیک ہو رہی ہوتی ہے Punctuation کی درستی ہو رہی ہوتی ہے۔ پروف دیکھے جا رہے ہوتے ہیں۔ غلطیاں لگ رہی ہوتی ہیں۔

ہم شعبہ پروف میں روزانہ یہ دیکھتے ہیں کہ مضمون نویس یا مراسلہ نگار تحریر اپنے ہاتھوں سے لکھتا یا کمپوز کرتا ہے اور جب پروف کرنے والے اس میں غلطیاں لگاتے ہیں تو پھر ان غلطیوں کی تصحیح کمپوز کرنے والا خود لگاتا ہے بعینہٖ جب خلیفۃ المسیح یا کوئی جماعتی عہدیدار اور گھروں میں ہمارے بڑے ہماری زندگیوں کے مسوّدے میں تصحیح فرماتے ہیں تو ان نشان شدہ غلطیوں کی تصحیحات ہم نے خود لگانی ہوتی ہے۔ اس کا بہترین طریق دعا، پختہ عزم اور توکل علی اللہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلفاء کے تمام ارشادات پر کماحقہ عمل کر کے اپنی اصلاح کرنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

(ابو سعید)

بقیہ: حضرت چوہدری غلام محمدؓ...... از صفحہ 4

اے‘‘ یوں ابتدا کر کے انہوں نے اپنا مدعا بیان کر دیا کہ اگر آپ احمدی ہو جائیں تو ہمارا جمعہ شروع ہو جائے، اس صاف دل وجود نے بھی کوئی دوسری بات نہیں کی، کہا تو صرف یہ کہا میں وضو کر کے آتا ہوں اور یوں اسی دن سے احمدی ہو گئے۔

ایک دفعہ جب آپ مسجد میں معتکف تھے آپ کی بیٹی مکرمہ سعیدہ بیگم صاحبہ تشریف لائیں تو آپ نے ان سے پوچھا روزے کون کون رکھ رہا ہے تو انہوں نے بتایا کہ بھائی مختار احمد رکھ رہے ہیں لیکن دانت درد کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہیں، آپ نے کہا کہ ان سے کہہ دیں روزے جاری رکھیں، خدا تعالیٰ کے فضل سے دانت کا درد نہ ہو گا اور پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ عمر بھر آپ کو دانت میں تکلیف کی ویسی شکایت نہ ہوئی۔

ایک دفعہ آپ اور حضرت چوہدری غلام رسول بسراء ایک نواحی گاؤں میں جماعتی پروگرام میں شرکت کے لئے گھوڑیوں پر گئے، واپسی پر جب آپ اپنی گھوڑی پر زین ڈالنے لگے تو گھوڑی کاٹھی کے نیچے سے نکل کر بھاگ گئی اور زین آپ کے ہاتھ میں رہ گئی، چوہدری غلام رسول نے پیشکش کی کہ میری گھوڑی پر میرے پیچھے بیٹھ جائیں لیکن آپ کو انشراح نہیں تھا چنانچہ آپ نے معذرت کر لی اور زین عصا پر لٹکا کر گاؤں کی طرف پیدل روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد آپ کی گھوڑی سرپٹ دوڑتی آئی اور آپ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی، آپ نے کاٹھی گھوڑی پر ڈالی اور سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے پہلے گاؤں پہنچ گئے۔

آپ کے بیٹے مکرم چوہدری مختار احمد صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ والد صاحب کے حضرت مولانا غلام رسول راجیکی سے برادرانہ مراسم تھے حضرت مولانا صاحب ہمارے گاؤں تشریف لا رہے تھے تو میں والد صاحب کے ارشاد پر انہیں لانے کے لئے گھوڑی لے کر ہنڈیوالی (موجودہ شاہین آباد) ریلوے سٹیشن گیا، میں ان کو پہچانتا نہیں تھا، گاڑی آ کر رکی تو میں نے دیکھا کہ ایک تنومند بزرگ میری طرف آ رہے ہیں، مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ مجھے لینے آئے ہیں، میں نے اثبات میں جواب دیا تو میرے ساتھ آ کر آپ گھوڑی پر سوار ہوئے اور مجھ سے کہا کہ اپنا ہاتھ مجھے پکڑاؤ، میں نے جب اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیا تو آپ نے اس طرح مجھے اٹھا کر اپنے پیچھے بٹھایا جیسے کوئی بچہ ہو، جبکہ میں اس وقت بھرپور جوان تھا۔

آپ کا سلوک اپنے بہن بھائیوں سے بہت مشفقانہ تھا سب آپ کو بھایا کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ کی تعلیمی قابلیت اور تبلیغی خدمات کی بنا پر آپ کے نام کے ساتھ مولوی کا لقب بھی استعمال ہوتا تھا۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت چوہدری علی محمد سے ایثار کا جو سلوک کیا اس کی مثال خال خال ہی ملتی ہے۔ ایسے لوگ شاذ کے طور پر ہی تھے جنہوں نے گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والی زمین میں سے اپنے بھائیوں کو حصہ دیا ہو۔ آپ نے چھوٹے بھائی کو پیشکش کی کہ آدھی زمین اپنے نام لگوا لیں، لیکن چھوٹے بھائی کا ایثار بھی کمال کا تھا انہوں نے جواباً کہا کہ میں نصف کی بجائے چوتھے حصہ پر ہی گزارا کر لوں گا، آپ کی ضروریات مجھ سے زیادہ ہیں۔ رشتوں کا یہ تقدس اور قربانی کی یہ مثالیں احساس دلاتی ہیں کہ یہ لوگ مختلف تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کے بعد ان کی زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔ آپ کی وفات پر آپ کے چھوٹے بھائی کے جذبات کو مکرم محمود احمد صاحب مبشر نے پنجابی اشعار میں یوں بیان کیا ہے

اوہدیاں ہویاں مراداں سب پوریاں
سانوں نبیاں نے کئی مجبوریاں
کول ہوندے تے ہتھیں دفناوندے
پانی اکھاں دے نال نہلاوندے

آنکھوں کے پانی سے غسل دینے کا یہ تصور محبت کی معراج ہے۔

آپ 8 نومبر 1911ء کو نظام وصیت سے منسلک ہوئے اور نصف صدی سے زائد عرصہ تک کامل وفا کے ساتھ اس عہد کی پاسداری کرتے رہے آپ کا وصیت کا نمبر 535 ہے اور وصیت میں چک 99 شمالی ضلع سرگودھا کا پتہ درج ہے۔

مہمان نوازی کا وصف آپ میں بہت نمایاں تھا، مہمان کی خاطر مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے، ہر جمعہ پہ قریب کی جماعتوں سے آنے والے مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کیا جاتا تھا، اس کھانے میں عموماً گوشت اور زردہ ہوتا تھا۔ راہ چلتے مسافر بھی آپ کی قیام و طعام کی سہولت سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ جب جلسہ سالانہ قادیان جاتے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے لئے دیسی گھی کے کنستر ساتھ لے جاتے جو آپ اور آپ کے دیگر عزیز اس مقصد کے لئے سارا سال جمع کرتے تھے۔

اپنے حلقہ احباب میں تو آپ کا احترام تھا ہی لیکن علاقہ کے لوگ بھی آپ کو تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ دعا کی قبولیت پر کامل یقین اور غیر متزلزل ایمان تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خواہشات کو معجزانہ طور پر پورا کر دیتا تھا، ان کی دعاوں کا فیض اُن کی نسلوں میں آج بھی جاری ہے۔

آپ میری والدہ کے ماموں اور میری خوشدامن صاحبہ کے تایا تھے۔ آپ کے درویش بیٹے کے خوبصورت شعر کے ساتھ اس مضمون کا اختتام کرتا ہوں

اوہی مالک اوہی رازق سب صفتاں دا سائیں
نام تہاڈے رہن ہمیشہ روز قیامت تائیں

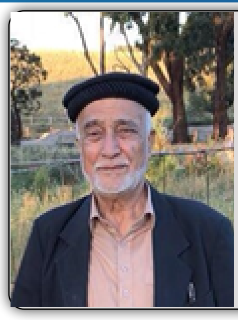

منصور احمد کاہلوں۔آسٹریلیا

تعارف صحابہ کرامؓ

حضرت چوہدری غلام محمدؓ۔ چک 99 شمالی ضلع سرگودھا

حضرت چوہدری غلام محمد 1869ء میں چوہدری نتھو خان کے ہاں کوٹ گوندل ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت چوہدری غلام رسول بسراء کی ایک روایت 24 جون 2011ء کے خطبہ میں بیان فرمائی ہے جس میں آپ کا بھی ذکر ملتا ہے، حضور فرماتے ہیں:

”چوہدری غلام رسول صاحب بسراء 99 شمالی سرگودھا کہتے ہیں کہ دسمبر 1907ء جلسہ سالانہ کا واقعہ ہے کہ جمعرات کی شام کو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام صبح باہر سیر کو جائیں گے۔ اس وقت دستور یہ تھا کہ جب بہت بھیڑ ہو جاتی تھی تو آپ کے گرد بازوؤں کا حلقہ باندھ لیا جاتا تھا اور آپ اس حلقے کے بیچ چلتے تھے۔ (جس طرح چین (Chain) بنا لیتے ہیں بازو پکڑ کے) چنانچہ مَیں نے اپنے ہمرائیوں مولوی غلام محمد گوندل امیر جماعت احمدیہ چک 99 شمالی، چوہدری میاں خان صاحب گوندل اور چوہدری محمد خان صاحب گوندل مرحوم سے صلاح کی کہ اگر خدا نے توفیق دی تو صبح جب آپ باہر سیر کو نکلیں گے تو ہم آپ کے گرد بازوؤں کا حلقہ بنائیں گے، اس طرح پر ہم حضور کا دیدار اچھی طرح کر سکیں گے۔ صبح جب نماز فجر سے فارغ ہوئے تو تمام لوگ حضور کے انتظار میں بازار میں اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ یہ مکمل پتہ تو نہیں تھا کہ حضور کس طرف سے باہر تشریف لے جائیں گے لیکن جس طرف سے ذرا سی بھی آواز اُٹھتی کہ آپ اس طرف باہر سیر کو تشریف لے جائیں گے لوگ اُسی طرف ہی پروانہ وار دوڑے جاتے تھے۔ کچھ دیر اسی طرح ہی چہل پہل بنی رہی۔ آخر پتہ لگا کہ حضور شمال کی جانب سے ریتی چھلا کی طرف باہر سیر کو تشریف لے جائیں گے۔ ہم لوگوں نے جو آگے ہی منتظر تھے کپڑے وغیرہ کَس لئے اور تیار ہو گئے کہ جس وقت حضور بازار سے باہر دروازے پر تشریف لے آئیں، اُسی وقت ہم بازوؤں کا حلقہ بنا کر آپ کو بیچ میں لے لیں گے۔ ہم اس تیاری میں تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑے جمّ غفیر کے درمیان میں (اس جمگھٹے کے) آپ آ رہے ہیں۔ اس جمگھٹے نے ہمارے ارادے خاک میں ملا دیئے اور یہ جمگھٹا جو تھا ہمیں روندتا ہوا چلا گیا۔ ریتی چھلے کے بڑے مغرب کی طرف ایک لسوڑی کا درخت تھا۔ آپ اُس لسوڑی کے درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے اور وہاں ہی آپ لوگوں سے مصافحہ کرنے لگے۔ کسی نے کہا حضرت صاحب کے لئے کرسی لائی جاوے تو آپ نے فرمایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے کہا ہے کہ لوگ بہت بڑی کثرت سے تیرے پاس آئیں گے لیکن (پنجابی میں باتیں ہو رہی تھیں شاید تو فرمایا) تُوں اُکّیں نہ اور تھکیں نہ۔“

(ماخوذ از روایات حضرت چوہدری غلام رسول بسراءؓ رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد 1 صفحہ 71)

حضرت چوہدری غلام محمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ

”جب میری باری مصافحہ کی آئی تو میں نے اپنی گرہ سے پانچ روپے نکالے اور حضور کو دینے لگا تو چوہدری غلام رسول بسراء نے کہا کہ تو پانچ روپے دینے لگا ہے لوگ تو ایک ایک ہی دیتے ہیں تو میں نے کہا کہ مجھے نبی کے ہاتھ پر ایک روپیہ رکھتے شرم آتی ہے تو اس وقت بھی ہم حضور کو نبی تسلیم کرتے تھے۔

(رجسٹر روایت نمبر 1 صفحہ 73)

آپ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجالس میں خاموشی سے بیٹھا رہتا تھا اور حضور کے ارشادات سنتا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے ہمت کر کے عرض کی کہ حضور مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو حضور نے فرمایا نمازیں سنوار کر پڑھا کریں، آپ نے اس نصیحت کو گرہ میں باندھ لیا اور پھر زندگی بھر اپنے اوقات کا ایک بڑا حصہ بیت الذکر میں فرض نمازوں کی ادائیگی اور نوافل میں گزارتے۔ سجدوں میں انہماک کی یہ کیفیت تھی کہ ارد گرد کے ماحول سے بے نیاز ہوتے تھے، نماز اتنی لمبی پڑھتے تھے کہ بعض اوقات یہ گمان ہوتا تھا کہ سجدہ میں سو گئے ہیں۔ چوہدری غلام رسول بسراء جن سے آپ کا دوستی کا تعلق تھا یہ پتا لگانے کی کوشش کی کہ آپ سجدوں میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگتے ہیں، پتہ چلا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے نہایت عجز و انکسار سے مسلسل یہی دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میں تیری محبت اور رضا مانگتا ہوں

عادت ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشق صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

آپ کی بہو مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ جو آپ کی بھانجی بھی ہیں اور مربی سلسلہ سیرالیون مکرم افتخار احمد صاحب گوندل کی والدہ محترمہ ہیں بیان کرتی ہیں کہ آپ نماز تہجد میں باقاعدہ اور بہت وقت دیتے تھے فجر کی نماز کے بعد دیر تک تلاوت قرآن کریم کرتے مسجد میں باجماعت نمازوں کی ادائیگی کے بعد بہت دیر تک تسبیح و تحمید کرتے اور دعاوں میں وقت گزارتے، جب ان سے گزارش کی گئی کہ آپ اتنی دیر سے آتے ہیں کہ کھانا ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو آپ نے فرمایا کھانا میں نے ہی کھانا ہے نا۔

قرآن کریم سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، قرآن کریم سے درس دیتے تھے اور بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کا اہتمام کرتے تھے، نماز عشاء کے بعد آپ کے پوتے پوتیاں آپ کو دبانے کے لئے جمع ہوتے تھے، اس موقع پہ انہیں نماز اور نماز کا ترجمہ سکھاتے تھے۔ جماعت کے مقامی امیر بھی رہے، زیادہ تر نماز جمعہ، نماز عید اور نمازوں کی امامت آپ خود کرتے تھے، قرآن کریم احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درس دیتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کو ہر اس شے سے پیار تھا جو آپ کی یاد دلاتی ہو، خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت عقیدت تھی۔ قادیان سے آپ کی محبت کی یہ کیفیت تھی کہ جب آپ ایک آپریشن کے سلسلے میں سرگودھا ہسپتال میں داخل تھے تو آپ بار بار یہی دعا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے قادیان پہنچا دینا اور اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ معجزانہ طور پر آپ کا ویزا قادیان کا لگ گیا، باوجود کمزور صحت کے آپ قادیان پہنچ گئے۔ 8 جون 1964ء کو حضرت نواب محمد علی خان کی کوٹھی میں وفات پائی اور قطعہ بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ آپ کے بیٹے مکرم محمود احمد صاحب مبشر نے اپنی کتاب کلام درویش میں ان تمام مراحل کو یوں اشعار کی صورت میں ڈھالا ہے،

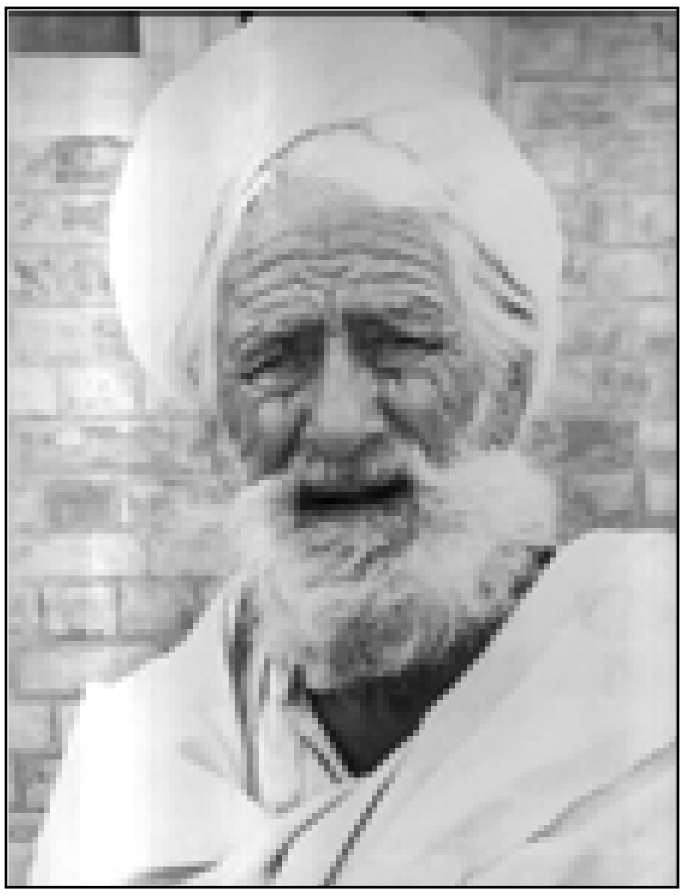

ہاں بہشتی مقبرہ ان کو ہوا ہے جو نصیب
یہ خدا کا فضل ہے حالات تھے بالکل عجیب
ان کی خواہش کے مطابق ہو گیا بہتر انجام
بن گیا ان کا بہشتی مقبرہ آخر مقام
قادیاں سے پیار تھا وہ قادیاں کے ہو گئے
قادیاں آ کر بہشتی مقبرہ میں سو گئے

تقسیم ملک کے وقت مقامات مقدسہ اور مرکز کی حفاظت کے لئے درویشان کی تحریک ہوئی تو آپ نے اپنے بیٹے مکرم محمود احمد مبشر کی خدمات پیش کیں لیکن جب قادیان کے لئے روانگی کا وقت آیا مکرم محمود احمد صاحب احمدیہ سٹیٹس سندھ میں ہونے کی وجہ سے پہنچ نہیں پائے تھے اس صورت حال میں آپ نے اپنے دوسرے بیٹے مکرم مختار احمد صاحب کو تیار کیا لیکن عین وقت پر محمود احمد مبشر بھی پہنچ گئے اور انہیں قادیان کے لئے روانہ کر دیا گیا۔ آپ کے اس سعادت مند بیٹے نے اس عہد وفا کو تادم آخر کامل وفا کے ساتھ نبھایا،

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت سے فیضیاب ہونے والے مستجاب الدعوات بزرگ تھے آپ کی دعائیں خدا تعالیٰ کے حضور مقبول تھیں قبولیت دعا کے چند واقعات یہاں درج کئے جاتے ہیں

آپ کا درویش بیٹا تو میدان عمل میں سرگرم عمل تھا لیکن ان کی اہلیہ اور بچے پاکستان میں تھے، فراق کے یہ لمحے جہاں فریقین کے لئے دلگداز تھے وہاں ایک روح خدا تعالیٰ کے حضور گداز تھی۔ آپ یہ مدعا لے کر سجدہ ریز ہوئے کہ آپ کی بہو اور بچے قادیان جا سکیں، نوافل سے فارغ ہوئے تو مرکز سے یہ اطلاع ملی کہ آپ کی بہو اور بچوں کے ویزے لگ گئے ہیں۔

آپ اور حضرت چوہدری غلام رسول صاحب بسراء گاؤں کے اولین احمدیوں میں سے تھے، آپ نے یقیناً احمدیت کی ترقی و ترویج کے لئے دعائیں اور مساعی کی ہو گی، ایسی ہی ایک کوشش کا احوال اس طرح سے ہے کہ آپ اور چوہدری غلام رسول جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے چوہدری محمد دین ججہ کا گزر ہوا، چوہدری محمد دین ججہ راقم الحروف کی والدہ مرحومہ کے چچا تھے، آپ نے انہیں بلایا اور مخاطب کر کے پنجابی میں کہا ”جے کسے بھائی دا جوترانہ لگدا ہووے تے کی کرنا چاہی دا اے“ ججہ صاحب نے کہا ”اوہدی مدد کرنی چاہی دی

بقیہ صفحہ 3 پر

محمد انور شہزاد

قریش کی وجہ تسمیہ اور تعارف

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

قسط 1

’’قریش مکہ کی قدیم قربانی اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں‘‘ کے عنوان سے مورخہ 11/ اگست 2022ء کو روزنامہ الفضل آن لائن میں ایک مضمون شائع ہوا۔

https://www.alfazlonline.org/1166265/2022/08//

آج کے مضمون میں قبیلہ قریش کی کچھ مزید وضاحت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیان فرمودہ عدیم المثال تفسیر ’’تفسیر کبیر‘‘ کی جلد دس سے پیش خدمت ہے۔

(ایڈیٹر)

لفظ قریش کے معنیٰ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

مَیں لفظِ قریش کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں قُرَیْش کا لفظ قَرَشَ سے نکلا ہے جس کا مضارع دونوں طرح آتا ہے قَرَشَ یَقْرُشُ اور قَرَشَ یَقْرِشُ۔ قَرْشًا اِن کا مصدر ہے۔اور قَرَشَ کے معنے ہوتے ہیں قَطَعَہٗ اُس کو کاٹ دیا۔اور قَرَشَ الشَّیْءَ کے معنے ہوتے ہیں جَمَعَہٗ مِنْ ھُنَا وَمِنْ ھُنَا وَضَمَّ بَعْضَہٗ اِلٰی بَعْضٍ۔ چیز کو کچھ یہاں سے اور کچھ وہاں سے لیا اور اکٹھا کر کے رکھ دیا۔اور قَرَشَ مِنَ الطَّعَامِ کے معنے ہوتے ہیں اِصَابَ مِنْہُ قَلِیْلًا تھوڑا سا کھانا کھا لیا۔ اور قَرَشَ الْجَیْشَ بِالرِّمَاحِ کے معنے ہوتے ہیں طَعَنُوْا بِھَا۔ لشکر نے نیزوں کے ساتھ اپنے دشمن کو مارا اور قَرَشَ فُلَانٌ لِعَیَالِہٖ کے معنے ہوتے ہیں کَسَبَ۔ اُس نے اپنے لئے یا اپنے خاندان کے لئے کمائی کی۔ اِسی سے ایک اَور لفظ قِرْش نکلا ہے جس کے متعلق لکھا ہے دَآبَّۃٌ تَکُوْنُ فِی الْبَحْرِ۔ قرش سمندر میں رہنے والا ایک جانور ہے۔ لَاتَدَعُ دَآبَّۃً اِلَّا اَکَلَتْھَا وہ سب جانوروں کو کھا جاتا ہے۔ فَجَمِیْعُ الدَّوَابِّ تَخَافُھَا۔ اِس وجہ سے سارے سمندری جانور اُس سے ڈرتے ہیں وَقَبِیْلَۃٌ مِّنَ الْعَرَبِ اور اس کے معنے عرب کے ایک قبیلہ کے بھی ہیں۔ وَاِنْ اَرَدْتَّ بِقُرَیْشِ الْحَیَّ صَرَفْتَہٗ اور اگر قریش کے معنے تم حی کے لو (حی کے معنے بھی قبیلہ کے ہوتے ہیں) تو پھر یہ لفظ منصرف ہو گا جیسے اِسی سُورۃ میں آتا ہے لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اِس میں ’ش‘ کے نیچے تنوین آئی ہے یعنی اس جگہ یہ لفظ منصرف استعمال ہوا ہے وَاِنْ اَرَدْتَّ الْقَبِیْلَۃَ لَمْ تَصْرِفْہُ لیکن اگر قبیلہ کا لفظ مراد لو تو پھر یہ غیر منصرف ہو گا۔یعنی قُرَیْش کے آخر میں تنوین نہ آسکے گی اور نہ اِس کے نیچے زیر آسکے گی۔

اِس قبیلہ کے آدمیوں کو قُرَشِیٌّ بھی کہتے ہیں اور قُرَیْشِیٌّ بھی کہتے ہیں۔سیبویہ جو نحو کے بہت بڑے ماہر اور امام سمجھے جاتے ہیں اُن کا یہ خیال ہے کہ حی سمجھ کر منصرف بنانا اصل قاعدہ ہے۔لیکن وہ کہتے ہیں کہ اسے قبیلہ قرار دیکر غیر منصرف بنانا بھی جائز ہے۔ اِس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا گویا چاہیں تو قُرَیْشَ پڑھ لیں اور اسے منصرف نہ بنائیں اِس صورت میں علم اور تانیث دو وجہیں پیدا ہو جائیں گی جن کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہو جائے گا۔

قِرش کے متعلق مفسّرین اپنے زمانہ کے ملّاحوں کی روایتوں کی بناء پر لکھتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑا سمندری جانور ہے جو کشتیوں پر حملہ کرتا اور انہیں مار کر اُلٹا دیتا ہے اور سوائے آگ اور روشنی کے اور کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ جب یہ جانور حملہ کرے تو لوگ آگ جلا کر اُس کے مُنہ کے آگے رکھ دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اِس بیان سے جو لُغت میں آیا ہے وھیل مچھلی مراد ہے۔ وھیل مچھلی ہی ایک ایسی چیز ہے جو زور سے اپنی دُم مار کر جہازوں کو توڑ دیتی ہے۔ یہ مچھلی افریقہ کے ساحل پر بہت ہوتی ہے اور کراچی کے قریب بھی کبھی کبھی آجاتی ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ یہ بحیرۂ احمر کے آگے سے گزرتی ہے اور عرب کا علاقہ بحیرۂ احمر کا ہی ہے۔ یہ روایت اِس بات کا ثبوت ہے کہ وھیل مچھلی عرب کے سمندر کے کناروں پر بھی کبھی کبھی دیکھی جاتی ہے۔ چونکہ کراچی کے پاس بعض دفعہ وھیل مچھلی دیکھی گئی ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحیرۂ احمر کے پاس سے گزر کر افریقہ کے ساحلوں سے یہ مچھلی گزرتی ہے یا پھر ہم قِرش سے مراد شارک مچھلی بھی لے سکتے ہیں۔ شارک بھی چھوٹی کشتیوں پر حملہ کر کے اُن کو اُلٹا دیتی ہے۔ یہ تو ہم یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ باقی سارے جانوروں کو کھا جاتی ہے یا نہیں مگر عرب لوگ ممکن ہے کہ جن مچھلیوں سے آشنا تھے اُنہیں شارک کھا جاتی ہو۔

قریش کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اُنہیں اس مچھلی کی وجہ سے ہی قریش کہتے ہیں۔ چنانچہ مفسّرین نے اِس بارہ میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت درج کی ہے۔ اِسی طرح بعض اور بڑے بڑے عربوں کے اقوال بھی درج کئے ہیں چنانچہ روایات میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا تم بتا سکتے ہو کہ قریش کو قریش کیوں کہتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ قریش مچھلی کی وجہ سے جو سارے سمندری جانوروں سے بڑی ہوتی ہے اور اُن کو کھا جاتی ہے مگر اُسے کوئی نہیں کھا سکتا چونکہ قریش قبیلہ بھی عرب میں سب سے بڑا ہے اور سارے عرب قبائل اس سے ڈرتے ہیں اِس لئے اسے بھی قریش کہنے لگ گئے ہیں۔ اُنہوں نے یہ سوال کیا کہ کیا تم اِس کا ثبوت عرب شاعروں کے کلام سے دے سکتے ہو۔ یعنی یہ کیوں نہ سمجھ لیا جائے کہ تم نے یہ بات اپنے پاس سے بنائی ہے کہ اُن کا قریش نام اس وجہ سے تھا۔ اگر یہ بات تم نے اپنے پاس سے نہیں بنائی تو عرب شعراء کا کوئی کلام اپنی تائید میں پیش کرو۔ اِس پر حضرت ابن عباسؓ نے کچھ شعر پڑھے جن میں یہ ذکر آتا تھا کہ قریش کو اِس لئے قریش کہتے ہیں کہ جس طرح قِرش مچھلی باقی تمام سمندری جانوروں پر غالب آجاتی ہے اِسی طرح قریش بھی تمام قبائل عرب پر غالب ہیں۔ مگر میرے اپنے خیال میں یہ روایت صحیح نہیں۔ اِس لئے کہ جو نظم بتائی جاتی ہے اُس کے دیکھنے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ بناوٹی ہے۔ کیونکہ اُس میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ عنقریب ایک نبی ظاہر ہو گا جو تمام عرب کا مرجع اور ملجاء وماویٰ ہو گا۔ اگر وہ اس قسم کے اشعار کہا کرتے تھے تو رسول کریم ﷺ کا انکار ہی کس طرح کر سکتے تھے۔ اُنہوں نے تو بڑی بڑی مخالفتیں کیں اور رسول کریم ﷺ کا سخت مقابلہ کیا۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت بناوٹی ہے۔ لیکن اِس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عربوں میں یہ خیال تھا اور اس کا تاریخوں سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ قریش کا قریش نام اس جانور کی وجہ سے پڑا مگر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُنہیں قریش کیوں کہا گیا۔ اُس جانور کا نام تو قِرش ہے؟ اِس کے دو جواب دئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب اتنے بڑے جانور کا نام قِرش ہے جس سے تمام سمندری جانور ڈرتے ہیں اور جو اُن سب کو کھا جاتا ہے تو اِس چھوٹے سے قبیلہ کا نام تو قریش یعنی چھوٹا قِرش ہی موزون تھا۔ گویا اُن کے نزدیک قریش کو قریش اِس لئے کہتے ہیں کہ یہ چھوٹا سا قبیلہ تھا۔ اِس لئے لوگوں نے قِرش کہنے کی بجائے اُسے قریش کہنا شروع کر دیا جس سے مراد یہ ہے کہ یہ بھی ایک چھوٹی سی وھیل مچھلی ہے۔ مگر بعضوں نے کہا ہے کہ یہ بات نہیں بلکہ تصغیر کا صیغہ بعض دفعہ اظہار عظمت کے لئے بھی آتا ہے۔ اِس لئے قریش کے معنے بڑی قرش یعنی بڑی وھیل مچھلی کے ہیں اور مراد یہ ہے کہ یہ بڑی قوم ہے۔ مگر یہ سارے معنے ایسے ہیں جن میں ایک حد تک تکلّف پایا جاتا ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ گو یہ بات صحابہؓ سے بھی ثابت ہے اور عربوں سے بھی کہ قریش کو قریش اِس جانور کی وجہ سے کہتے ہیں مگر صحابہؓ کے زمانہ میں یہ نام نہیں رکھا گیا بلکہ اُن کے باپ دادا کے زمانہ سے یہ نام چلا آتا ہے۔ پھر نہ قرآن کریم نے یہ معنے بتائے ہیں اور نہ رسول کریم ﷺ نے بتائے ہیں۔ اگر تو وہ بتا دیتے کہ قریش کو قِرش مچھلی کی وجہ سے قریش کہا جاتا ہے تو ہم کہہ دیتے کہ آمنّا وصدّقنا۔ اور ہم سمجھ لیتے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کو غیب کا علم حاصل ہے اور اُس کے توسط سے خدا تعالیٰ کے رسول کو بھی بعض امور میں غیب کا علم حاصل ہو جاتا ہے اِس لئے انہوں نے جو معنے بتائے ہیں وہی صحیح ہیں مگر رسول کریم ﷺ سے کوئی ایسی روایت مصدّقہ تو الگ رہی ضعیف بھی مَیں نے نہیں دیکھی جس میں قریش کی وجہ تسمیہ یہ بتائی گئی ہو۔ باقی رہے صحابہؓ سو جو بات انہوں نے قوم سے سُنی وہ انہوں نے آگے بیان کر دی۔ پھر ضروری نہیں کہ یہ روایت صحیح ہو ایسی روایتیں صحیح بھی ہوتی ہیں اور غلط بھی ہوتی ہیں ہم پابند نہیں کہ محض اس وجہ سے کہ اُن کی طرف یہ روایت منسوب ہوتی ہے اِسے درست تسلیم کر لیں اور قریش کی وجہ تسمیہ اِسی قِرش کو قرار دیں۔

میرا اپنا خیال ہے کہ قریش کا لفظ قَرَشَ سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں اِدھر اُدھر سے جمع کیا۔ علاّمہ قرطبی جو سپین کے ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں انہوں نے بھی اپنی تفسیر میں یہی معنے لکھے ہیں۔ میں تو پہلے بھی یہی بیان کرتا تھا مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ علاّمہ قرطبی بھی اِس کے یہی معنے کرتے ہیں۔ اب مجھے اُن کا حوالہ مل گیا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ اِن معنوں کا میں موجد نہیں بلکہ اِس بارہ میں میرا علاّمہ قرطبی سے توارد ہو گیا ہے۔ علاّمہ قرطبی سپینش مفسّر تھے۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے جو خدا تعالیٰ کی کسی حکمت پر دلالت کرتی ہے (شاید اس میں یہ بتایا گیا ہو کہ آئندہ زمانہ میں یورپ پھر اسی رنگ میں ترقی کرنے والا ہے) کہ سپین کے مسلمان مفسّر بغداد کے مصنّفوں کی نسبت بہت زیادہ معقول لکھنے والے ہیں۔ چوٹی کی کتابیں جو مختلف علوم وفنون سے تعلق رکھتی ہیں وہ سب کی سب سپین میں لکھی گئی ہیں سوائے حدیث کے کہ حدیث وہاں نہیں گئی۔ اس لئے کہ حدیث کا علم انہی لوگوں سے نکلنا تھا جو رسول کریم ﷺ کے پاس رہنے والے تھے اور وہ وہی تھے جو بغداد کے رہنے والے تھے یا دمشق کے رہنے والے تھے یہی وجہ ہے کہ سپین میں حدیث کی کوئی کتاب اُس پایہ کی نہیں لکھی گئی جس پایہ کی کتابیں عرب کے یا اُس کے پاس کے علاقوں میں لکھی گئی ہیں مگر باقی جتنے علوم ہیں اُن پر سپین کے لوگوں کی طرف سے بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً فلسفہ میں ابن رُشد جو چوٹی کا فلسفی سمجھا جاتا ہے سپین کا رہنے والا تھا۔ تصوّف میں جس شخص کو تمام دنیا چوٹی کے مقام پر سمجھتی ہے یعنی حضرت محی الدین صاحب ابن عربی، وہ ہسپانیہ کے رہنے

والے تھے۔ فقہ کے متعلق جو آخری کلام سمجھا جاتا ہے وہ علّامہ ابن حجر کا ہے اور علّامہ ابن حجر بھی سپینش تھے۔ مفسّرین میں قرطبی جو نہایت اعلیٰ درجہ کا مفسّر ہے وہ بھی اندلسی ہے۔ اور علّامہ ابو حیان جو بحر محیط کے مصنّف ہیں وہ بھی اندلسی ہیں میرے نزدیک پُرانی تفسیروں میں سے بحر محیط کے پایہ کی کوئی اور تفسیر نہیں۔ علّامہ ابو حیان احمدیّت سے پہلے ایک ہی شخص ہوئے ہیں جنہوں نے قرآن کریم میں ترتیب کا دعویٰ کیا ہے اور انہوں نے کوشش کی ہے کہ اپنے اِس دعویٰ کو ثابت کریں اور گو وہ ہمارے مقام تک نہ پہنچے ہوں مگر بہر حال وہ ایک ہی مفسّر ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ قرآن بے جوڑ کتاب نہیں بلکہ سارے قرآن میں ایک ترتیب پائی جاتی ہے۔ اسی طرح نحو اور ادب میں بھی وہ امام کہلاتے ہیں، بہر حال اندلسی مفسّر قرطبی نے بھی یہی معنے کئے ہیں۔ افسوس ہے کہ اُن کی ساری تفسیر چھپی نہیں مصر میں اُن کی تفسیر کی ابھی صرف دو تین جلدیں چھپی ہیں جو میرے پاس موجود ہیں باقی تفسیر ابھی تک نہیں چھپی۔ مگر جو چھپی ہے وہ اتنی خطرناک طور پر غلط ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ کوئی حدیث ایسی نہیں جو صحیح لکھی ہوئی ہو ساری کی ساری غلط ہیں۔ پہلے انسان اعتبار کر کے حدیث نقل کر لیتا ہے مگر بعد میں وہ غلط نکل آتی ہے معلوم ہوتا ہے اُس تفسیر کو چھاپتے وقت احتیاط سے کام نہیں لیا گیا۔ بہر حال قرطبی نے بھی یہی کہا ہے کہ قریش، قَرَشَ سے نکلا ہے جس کے معنے ہیں اِدھر اُدھر سے جمع کیا۔ ذِبیانی نے بھی یہ معنے کئے ہیں مگر ساتھ ہی دوسرے معنے بھی لکھ دئے ہیں۔

قریش سے مراد

قریش دراصل نام ہے بنو نضر بن کنانہ کا۔ جیسے خود رسول کریم ﷺ سے یہ مروی ہے۔ چنانچہ آپ سے جب سوال کیا گیا کہ قریش کن کو کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا اَلْقُرَیْشُ مِنْ وُّلْدِ النَّضْرِ۔ نضر کی جو اولاد ہے وُہ قریش کہلاتی ہے۔ اِسی طرح احادیث میں آتا ہے قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ بَنِیْ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ (سراج منیر) یعنی اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو بنی اسمٰعیل میں سے فضیلت دی۔ کنانہ میں سے قریش قبیلہ کو فضیلت دی۔ قریش قبیلہ میں سے اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے فضیلت دی۔ اِس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے قریش کو بنو کنانہ قرار دیا ہے اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ مِنْ وُّلْدِ النَّضْرِ۔ دراصل کنانہ کے کئی بیٹے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ تشریح فرمادی کہ اُن میں سے صرف نضر کی اولاد قریش کہلاتی ہے ساری اولاد نہیں۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قریش صرف مالک بن نضر کی اولاد کا نام ہے۔ بلکہ بعض نے یُوں بھی کہا ہے کہ نضر کی اولاد میں سے صرف مالک کی ہی اولاد چلی ہے باقی کی نہیں۔ مگر یہ تاریخی شعبدہ بازی ہے جو مذہبی جھگڑوں سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ جب ہم روایتوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیعوں کی روایت ہے۔ چونکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ، مالک بن نضر کی اولاد نہیں بلکہ ایک دوسرے بیٹے کی اولاد ہیں۔ اِس لئے اُن کو قریش میں سے نکالنے کے لئے اُن کے دشمنوں نے یہ روایت گھڑی ہے وہ اِس روایت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ دیکھو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ مگر ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں قریش میں سے نہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اِس قسم کی روایتیں گھڑ کر شامل کر دیں کہ نضر کی اولاد میں سے صرف مالک کی اولاد چلی ہے اِس لئے یہ قریش ہی نہیں ہیں۔ پس یہ حدیث شیعہ سُنّی جھگڑے کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ قصّی بن حکیم بن نضر کی اولاد تھے۔ پس اُن کو قریشیوں میں سے نکالنے کے لئے یہ روایت وضع کی گئی ہے کہ قریش صرف مالک بن نضر کی اولاد کا نام ہے۔

قبیلہ قریش کی مکہ میں آباد ہونے کی غرض

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تو حضرت اسمٰعیلؑ کو خانہ کعبہ میں اِس لئے بٹھایا تھا کہ وہ خانہ کعبہ کی حفاظت کریں۔ لیکن حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں آگے یہ جوش دیر تک قائم نہ رہا جیسے آج بعض سیّد چور بھی ملتے ہیں اور ڈاکو بھی ملتے ہیں۔ کچھ نسل تک تو انہوں نے اِس وعدہ کو یاد رکھا لیکن اِس کے بعد وہ اس وعدے کو بھول گئے اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سارے عرب میں پھیل گئی۔ بلکہ عرب کے علاوہ شام تک بھی چلی گئی۔ آخر قرب زمانہ نبویؐ میں قصّی بن حکیم بن نضر کے دل میں خیال آیا کہ ابراہیمی وعدہ کو تو ہم پورا نہیں کر رہے ہمارے دادا نے تو یہ کہا تھا کہ تم یہاں رہو۔ اِس گھر کی صفائی رکھو۔ خانہ کعبہ کے حج اور طواف کے لئے جو لوگ آئیں اُن کی خدمت کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنا وقت گزارو مگر ہم اِدھر اُدھر بکھر گئے اور اس خدمت کو جو ہمارے دادا نے ہمارے سپرد کی تھی بھول گئے۔ یہ خیال اُن کے دل میں اتنے زور سے پیدا ہوا کہ انہوں نے بنو نضر کے اندر یہ تحریک شروع کی کہ آؤ ہم لوگ اپنے سارے کام کاج چھوڑ کر مکّہ میں جا بسیں اور خانہ کعبہ کی خدمت کریں۔ یہ مناسب نہیں کہ ہم دنیوی اغراض کے لئے حضرت ابراہیمؑ کے وعدہ کو بھُول جائیں اور جو نصیحت انہوں نے اپنی اولاد کو کی تھی اُس کی پروا نہ کریں۔ انہوں نے جب ہمارے سپرد یہ کام کیا تھا کہ ہم خانہ کعبہ کی خدمت کریں تو ہمارا فرض یہی ہے کہ ہم مکّہ میں چلے جائیں اور خانہ کعبہ کی خدمت کریں۔ چنانچہ اُن کی قوم نے اُن کی بات مان لی اور وہ سب مکّہ میں اکٹھے ہوگئے۔ یہ ایک بہت بڑی قربانی تھی جو انہوں نے کی۔ وہ باہر بڑی بڑی اچھی چراگاہوں میں رہتے تھے، وہ تجارتیں بھی کرتے تھے، وہ زمینداریاں بھی کرتے تھے، وہ اور کئی قسم کے کاروبار میں بھی حصہ لیتے تھے مگر یکدم ساری قوم نے اپنی زمینیں چھوڑیں، گلّہ بانی چھوڑی، زمینداری چھوڑی، تجارت چھوڑی، اور ایک وادی غیر ذی زرع میں جہاں آمدن کی کوئی صورت نہیں تھی آبیٹھے۔ میں سمجھتا ہوں اِس قربانی کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی کہ ایک قوم کی قوم اپنے پیشے چھوڑ کر محض اِس لئے ایک وادی غیر ذی زرع میں آبیٹھی کہ اُن کے دادا ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو یہ نصیحت کی تھی کہ تم مکّہ میں رہو اور جو لوگ یہاں حج اور طواف اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے آئیں اُن کی خدمت کرو۔ یہ ایک بہت بڑی قربانی تھی جو انہوں نے کی۔ پس چونکہ یہ لوگ متفرق ہونے کے بعد پھر اپنے گھر بار چھوڑ کر مکّہ میں جمع ہو گئے تھے تا کہ ابراہیمی وعدہ کو پورا کریں اِس لئے اُن کا نام قریش رکھا گیا۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں قَرَشَ کے معنے جمع کرنے کے ہیں پس قریش وہ قبیلہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے مکّہ میں جمع کیا گیا اور اِسی لئے اُن کا نام قریش ہوا۔ اُنہیں اِس لئے قریش نہیں کہتے تھے کہ وہ باقی تمام قبائل عرب پر غالب تھے اور قرش کی طرح اُن کو کھا جاتے تھے۔ قریش کو عربوں میں یہ شہرت اور عزّت رسول کریم ﷺ کے قریب زمانہ میں حاصل ہوئی ہے ورنہ اس سے پہلے تو یہ لوگ مجاوروں کی طرح وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور قبائل عرب پر ان کو کوئی غلبہ حاصل نہیں تھا۔ پس قریش کے معنے ہیں وہ قبیلہ جو ادھر اُدھر سے اکٹھا کر کے قصّی بن کلاب بن نضر نے مکّہ میں آ بٹھایا تھا یا یوں کہو کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی کچھ اولاد قریش کہلائی کیونکہ وہ ادھر اُدھر سے لا کر مکّہ میں بیت اللہ کی خدمت کے لئے لا بٹھائی گئی تھی۔

میں اُوپر بتا چکا ہوں کہ قریش کا نام قریش کیوں پڑا۔ مَیں نے بتایا ہے کہ اس بارہ میں میری تحقیق یہ ہے کہ اُن کا یہ نام کسی سمندری جانور کی وجہ سے نہیں رکھا گیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ قصّی بن کلاب کے وعظ کرنے پر اور یہ توجہ دلانے پر کہ چونکہ ہمارے دادا ابراہیمؑ نے ہمیں مکّہ میں رہنے کا ارشاد فرمایا تھا اور ہمارے سپرد خانہ کعبہ کی خدمت کی تھی ہمیں چاہئے کہ ہم ارد گرد کے علاقوں کو چھوڑ کر مکّہ میں جا بسیں اور وہیں اپنی زندگی بسر کریں۔ وہ مکّہ میں آ کر رہنے لگ گئے تھے۔ پس چونکہ وہ قصّی بن کلاب بن نضر کے توجہ دلانے پر مختلف مقامات سے اُٹھ کر مکّہ میں جا کر بس گئے اِس لئے وہ قریش کہلائے یعنی جمع شدہ لوگ۔ اِس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ قریش تو تصغیر کا صیغہ ہے اور معنے یہ ہیں کہ مکّہ میں جمع ہو جانے والا ایک چھوٹا سا ٹکڑہ یا ایک چھوٹا سا گروہ پھر کیا وجہ ہے کہ آلِ اسمٰعیلؑ کو ایک چھوٹا سا گروہ یا چھوٹا سا ٹکڑہ کہا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حکم تو سارے بنو اسمٰعیلؑ کو تھا کہ وہ مکّہ میں رہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور پرستش کریں اور جو لوگ حج اور طواف کے لئے آئیں ان کی خدمت کریں۔ مگر چونکہ بنو کنانہ میں سے صرف نضر بن کنانہ کی اولاد مکّہ میں آ کر بسی اور چونکہ وہ سارے بنو اسمٰعیلؑ میں سے ایک چھوٹا سا گروہ تھا اِس لئے وہ قریش کہلائے یہ بتانے کے لئے کہ ہم تھوڑے سے آدمی ہیں جو اپنے دادا ابراہیم کی بات مان کر یہاں جمع ہوگئے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور جو لوگ خانہ کعبہ کے حج کے لئے آئیں اُن کی خدمت کریں۔ اور شاید اس نام میں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ دوسرے قبائل کو بھی مکّہ میں جمع ہونے کی تحریک ہوتی رہے اور حضرت اسمٰعیلؑ کی باقی اولاد کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوتا رہے کہ جب ہم سے تھوڑے سے لوگ وہاں بس گئے ہیں اور اُنہوں نے ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کر لیا ہے تو ہم بھی تو اولادِ ابراہیمؑ میں سے ہیں اگر ہم بھی وہاں جا بسیں اور اپنے دادا کے حکم کو مان لیں تو اِس میں حرج کیا ہے۔ پس شاید اس تصغیر میں ایک یہ بھی حکمت ہو کہ اس نام سے باقی بنو اسمٰعیل کے دل میں تحریک ہوتی رہے اور وہ بھی اپنے دادا ابراہیمؑ کی بات کو مانتے ہوئے خدا تعالیٰ کے گھر کی خدمت کے لئے مکّہ میں آ بسیں۔ پس ممکن ہے کہ اس نام سے اُنہوں نے دوسرے قبائل کے اندر تحریک کرنے کی ایک صورت پیدا کی ہو اور مکّہ میں اُن کے جمع ہونے کے لئے ایک تحریک جاری کی ہو۔

قریش کو مکہ میں درپیش مشکلات

غرض قصّی بن کلاب کی تحریک پر یہ لوگ آئے اور مکّہ میں بس گئے مگر ابتداء میں عرب کی توجہ حج کی طرف اتنی نہیں تھی کہ وہ مکّہ میں کثرت سے آتے جاتے اور خانہ کعبہ کی برکات سے مستفیض ہوتے۔ اِس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ قوم جو اپنے دادا کی ہدایت اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بڑی بڑی پیشگوئیوں کے باوجود خانہ کعبہ کو چھوڑ کر چلی گئی۔ اگر حاجی کثرت سے مکّہ میں آتے ہوتے تو ان لوگوں کے رزق کے سامان پیدا ہوتے رہتے اور اُن کو مکّہ چھوڑنے کی مجبوری پیش نہ آتی۔ پس آلِ اسمٰعیل کا مکّہ کو چھوڑ کر دوسرے عرب علاقوں میں پھیل جانا اس امر کا ثبوت ہے کہ اس وقت تک خانہ کعبہ کے حج کا رواج عرب میں کم تھا اور بہت تھوڑے لوگ حج کے لئے آتے تھے۔ مجاوروں کو ہی دیکھ لو اُن کا کام کتنا ذلیل ہے اُسے دیکھ کر شرم آنے لگتی ہے۔ مگر کیا وہ اس ذلیل کام کو بھی آسانی سے چھوڑنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ ایک قابل نفرت کام میں اپنی زندگی کے دن بسر کر رہے ہوتے ہیں پھر بھی اس کام سے اُن کا جتنا رزق وابستہ ہوتا ہے چاہے وہ رزق ذلّت سے ہی آئے اُسے وہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ پس اگر بنو اسمٰعیل نے مکّہ چھوڑا تو یقیناً اس کے معنے یہ تھے کہ اُس زمانہ میں بہت ہی کم لوگ حج کیا کرتے تھے اور اُن کے گزارہ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ اِس لئے یہ لوگ مکّہ سے نکلے اور تمام عرب میں

پھیل گئے۔ جب قصی بن کلاب کی تحریک پر یہ لوگ مکّہ میں جا بسے تو یہی وقّت اُن کو پھر پیش آئی۔ وہ بس تو گئے مگر چونکہ حاجی بہت کم آتے تھے اور یہ لوگ وہیں مکّہ میں رہتے تھے باہر کہیں آتے جاتے نہیں تھے۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ وہ سخت تنگی اور عُسر کی حالت میں مبتلا ہو گئے اور اُن کے گزارہ کی کوئی صورت نہ رہی بلکہ بعض لوگوں کی تو فاقہ تک نوبت پہنچ گئی اور اُن کے لئے اپنی عزّت اور زندگی کا قائم رکھنا مشکل ہو گیا۔ مگر پھر بھی قریش کو داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے ان تمام صعوبتوں کو بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا اور اپنی زبان پر وہ ایک لحہ کے لئے بھی حرفِ شکایت نہ لائے اوّل تو اُن کی یہی بہت بڑی قربانی تھی کہ انہوں نے اپنے کام کاج چھوڑے، پیشوں کو ترک کیا، تجارتوں کو نظرانداز کیا، زمینداریوں سے مُنہ موڑا اور ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں جہاں روزی کا کوئی سامان نہ تھا، اہل و عیال کو لے کر رہنا شروع کر دیا۔ مگر پھر بھی کوئی کہہ سکتا تھا کہ قریش کا مکّہ میں بسنا کوئی ایسی قربانی نہیں جس کی تعریف کی جاسکے کیونکہ مکّہ کی عزت لوگوں میں بہت پھیلی ہوئی تھی اور لوگ وہاں حج کے لئے آتے جاتے تھے اِس لئے ممکن ہے وہ دولت یا عزت کی خواہش کی وجہ سے مکّہ میں جا کر بس گئے ہوں۔ سو چونکہ یہ اعتراض پیدا ہو سکتا تھا اِس لئے خدا تعالیٰ نے اُن کی عزت ظاہر کرنے کے لئے پھر دوسری دفعہ اُن کو قربانی کا موقع دیا۔ مکّہ میں بسنے کی وجہ سے اُن کے گزارہ کی کوئی صورت نہ رہی۔ حج کی طرف عربوں کو بہت کم توجہ تھی نتیجہ یہ ہوا کہ فاقوں کی وجہ سے جانوں کے اتلاف تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ لوگ کافر بھی تھے، مشرک بھی تھے، بے دین بھی تھے اور اُن میں سینکڑوں قسم کی خرابیاں پائی جاتی تھیں۔ لیکن اس قوم میں بعض غیر معمولی خوبیاں بھی تھیں۔ مکّہ کے لوگوں میں جب کسی خاندان کے پاس کھانے پینے کا سامان بالکل ختم ہو جاتا اور اُس کی حالت غیر ہو جاتی۔ وہ دوست بھی جو ان کی حالت سے آگاہ ہوتے مدد سے لاچار ہوتے کیونکہ وہ خود بھی غریب ہی ہوتے تھے تو وہ فاقہ کش لوگ قصّی پر اعتراض نہیں شروع کر دیتے تھے کہ اُس نے ہمیں غلط تعلیم دی تھی ہم مکّہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم نے بیوقوفی کی کہ ایسی جگہ آبسے جہاں روٹی کا کوئی سامان نہیں تھا بلکہ وہ خاندان اُسی وقت اپنا خیمہ اٹھا کر مکّہ سے ذرا باہر چلا جاتا (مکانوں کا رواج عرب میں بہت کم تھا بلکہ اب تک بھی بادیہ کے لوگ خیموں میں رہتے ہیں) اور مکّہ سے دو تین میل پرے اپنا خیمہ لگا لیتا اور اپنے بیوی بچوں کو بھی وہیں لے جاتا تا کہ اُس کے رشتہ داروں، دوستوں اور محلہ والوں کو اُس کی اِس بری اور خراب حالت کا پتہ نہ لگے۔ اور وہیں وہ سب کے سب بھوکے مر جاتے۔ میں سمجھتا ہوں یہ اس قسم کی قربانی ہے کہ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ لوگ بھوکے ہوتے ہیں تو وہ فوراً کسی دوسری جگہ جا کر اپنی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ دوسروں سے سوال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور صبر اور برداشت کی قوت کو بالکل کھو بیٹھتے ہیں۔ ہمارے صوفیاء نے ایک لطیفہ لکھا ہے کہ کوئی بزرگ تھے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں شہر چھوڑ کر باہر جنگل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کروں گا وہ کھانا بھیج دے گا تو کھا لوں گا اور اگر نہ بھیجے گا تو فاقہ کروں گا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ انہوں نے شہر سے باہر ڈیرے لگا لئے ہیں تو اُن کی بزرگی اور تعلقات کی وجہ سے دوستوں نے اُن کو باقاعدہ صبح و شام کھانا پہنچانا شروع کر دیا مگر ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ انہیں کھانا نہ پہنچا۔ شاید اُن سے زیادہ تعلق رکھنے والے لوگ کہیں باہر چلے گئے تھے یا شاید اُن میں سے ہر ایک نے یہ سمجھا کہ دوسرے نے کھانا بھیج دیا ہو گا۔ اور اس طرح کوئی شخص بھی کھانا نہ لایا۔ ایک وقت گزرا اور اُنہیں کھانا نہ ملا۔ دوسرا وقت آیا تب بھی کھانا نہ آیا۔ اِس کے بعد تیسرا وقت آ گیا مگر اُنہیں پھر بھی کھانا نہ پہنچا۔ تیسرے کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں اور پانچویں کے بعد چھٹا فاقہ اُن پر آ گیا۔ جب چھ فاقے ہو گئے تو اب اُن کے لئے برداشت کرنا مشکل ہو گیا وہ کسی طرح گرتے پڑتے شہر میں آئے اور اپنے کسی دوست کے ہاں جا کر اُس سے خواہش کی کہ وہ اُنہیں کچھ کھانے کو دے۔ اُس نے تین روٹیاں اور اُن پر کچھ سالن رکھ کر پیش کیا۔ انہوں نے روٹیاں اٹھائیں سالن لیا اور باہر جنگل کو چل پڑے۔ کچھ دُور جا کر انہوں نے دیکھا کہ گھر کے مالک کا کُتا بھی اُن کے پیچھے چلا آ رہا ہے۔ اُنہیں خیال آیا کہ اس کُتے کا بھی اِن روٹیوں پر حق ہے۔ اس پر انہوں نے ایک روٹی لی اُس پر سالن کا تیسرا حصہ رکھا اور کتے کے آگے ڈال دیا۔ اُس نے جلدی جلدی روٹی کھائی اور پھر اُن کے پیچھے چل پڑا۔ وہ تھوڑی دُور گئے ہوں گے کہ پھر اُن کو خیال آیا کہ کُتا تو ابھی پیچھے چلا آ رہا ہے معلوم ہوتا ہے ابھی اِسے سیری نہیں ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں کتا شاید اس لئے اُن کے پیچھے گیا ہو گا کہ وہ اُس کے مالک کے دوست تھے اور کتا اُن کو اکثر آتے جاتے دیکھتا ہو گا۔ کتّا جہاں اپنے آقا کے ساتھ محبت رکھتا ہے وہاں وہ اپنے آقا کے ساتھ ملنے والوں کو بھی خوب پہچانتا ہے بہت ہی ذہین جانور ہے۔ مگر انہوں نے تصوّف کے اثر کے نیچے یہ سمجھا کہ شاید یہ اپنا حق مانگتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کتّے کو دیکھ کر کہا بے شک تیرا حق مجھ سے زیادہ ہے تُو تو ہر وقت وہاں بیٹھا رہتا ہے مگر میں تو کبھی کبھار جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے دوسری روٹی لی اُس پر بقیہ سالن کا نصف حصہ رکھا اور اُسے کتّے کے آگے ڈال دیا۔ کتّے نے وہ روٹی بھی کھا لی مگر پھر بھاگ کر اُن کے پیچھے چل پڑا۔ اب جو کتا اُن کے پیچھے چلا تو اُنہیں بہت غصہ آیا اور جب انسان کو غصہ آتا ہے تو وہ جانوروں سے بھی باتیں کرنے لگتا ہے۔ ہمارے ملک میں بَیل چلانے والے بَیل سے باتیں کرتے ہیں۔ گدھے چلانے والے گدھوں سے باتیں کرتے ہیں۔ اِکّے والے آدھی باتیں سواری سے کرتے ہیں اور آدھی باتیں گھوڑے سے کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں شاباش قدم اٹھائے چلا جائیں تجھے خوب گھاس کھلاؤں گا، کبھی نہیں چلتا تو غصّہ میں اُسے گالیاں دینی شروع کر دیتے ہیں۔ اِسی طرح جب انہوں نے بھی دیکھا کہ کتّا ابھی تک پیچھے چلا آ رہا ہے تو انہوں نے غصّہ سے اُس کی طرف دیکھا اور کہا بے حیا دو روٹیاں تو میں ڈال چکا ہوں مگر پھر بھی تُو میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ انہوں نے یہ بات کہی ہی تھی کہ ان پر کشفی حالت طاری ہوئی اور انہوں نے دیکھا کہ وہی کتّا اُن کے سامنے کھڑا ہے۔ کشف میں جانور بھی باتیں کر لیتے ہیں۔ زمین بھی بات کر لیتی ہے۔ لکڑی بھی بات کر لیتی ہے اِس لئے کتّے کی بات پر تعجب نہیں کرنا چاہئے انہوں نے دیکھا کہ کتّا اُن کے سامنے کھڑا ہے اور وُہ اُن سے کہہ رہا ہے کہ بے حیا مَیں ہوں یا تم۔ میں جس انسان کے دروازہ پر بیٹھا ہوں اُسے مَیں نے کبھی نہیں چھوڑا خواہ فاقوں پر فاقے کیوں نہ آئیں۔ مگر تم محض خدا کے لئے جنگل میں جا بیٹھے تھے لیکن چند فاقے ہی آئے تھے کہ شہر کی طرف اُٹھ بھاگے۔ اُس نے اتنا کہا اور کشفی حالت جاتی رہی۔ انہوں نے تیسری روٹی اور باقی سالن بھی کتّے کے آگے ڈال دیا اور خود خالی ہاتھ جنگل کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے ہی تھے کہ تھوڑی دیر میں اُن کے دوست اور کئی دوسرے لوگ کھانا لئے ہوئے آ پہنچے اور اُن سے معذرت کرنے لگے کہ پچھلے چند دنوں وہ اس خدمت سے محروم رہے۔ اُن بزرگ نے کہا اِس میں تمہارا کوئی قصور نہیں یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرا امتحان لیا گیا تھا۔ اب اِس قصہ کو مکّہ کے لوگوں کے حالات سے مقابلہ کر کے دیکھو وہ لوگ مشرک تھے لیکن اُن میں محمد رسول اللہؐ کی اُمت بننے کی قابلیت خدا تعالیٰ پیدا کر رہا تھا۔ یہ کتنی بڑی قربانی ہے کہ وہ مکّہ سے کچھ فاصلہ پر خیمے لگا لیتے اور اپنے بیوی بچوں سمیت وہیں بُھوک سے تڑپ تڑپ کر مر جاتے مگر مکّہ کو نہ چھوڑتے تھے اور نہ دوسرے لوگوں سے سوال کرتے۔ اِس سے ایک طرف تو اُن کے اُس جوش کا پتہ لگتا ہے جو اُن کے دلوں میں خانہ کعبہ کی خدمت کے متعلق تھا اور دوسری طرف اُن کی قناعت کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ وہ لوگوں پر بار نہیں بنتے تھے۔ کسی سے کچھ مانگتے نہیں تھے۔ الگ تھلگ ایک خیمہ میں پڑے رہتے اور وہیں سب کے سب مر جاتے۔

(باقی کل ان شاءاللہ)

صباح الدین بٹ۔ نمائندہ الفضل آن لائن سوئٹزرلینڈ

سوئٹزرلینڈ کا قومی تہوار جماعتی روایات کے مطابق منایا گیا

مکرم محمود الرحمٰن انور صاحب نیشنل سیکرٹری امورِ خارجہ سوئٹزرلینڈ تحریر کرتے ہیں کہ

مورخہ یکم اگست 2022ء کو شعبہ امورِ خارجہ کے زیرِ اہتمام سوئٹزرلینڈ کا قومی تہوار محمود مسجد زیورخ اور نور مسجد ویگو لٹینگن میں جماعتی روایات کے مطابق منایا گیا۔

جس میں جماعت، غیر از جماعت اور سوئس احباب کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تقاریب میں شاملین کے لئے برنچ کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ دونوں مساجد میں تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا، جس کے بعد قومی ترانہ گایا گیا۔

مربیانِ سلسلہ نے جماعتی تعارف کروایا اور حب الوطنی پر جماعتِ احمدیہ یعنی حقیقی اسلام کا نظریہ پیش کیا۔ جسے سراہتے ہوئے سوئس مہمانوں نے اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا۔ مہمانوں کو مساجد کا دورہ بھی کروایا گیا۔

قمر احمد ظفر۔نمائندہ الفضل آن لائن جرمنی

یورپ کی شرک آلودہ فضاء میں ہمارا طریقِ عمل

یورپ کے ماحول میں رہتے ہوئے ہر طرف بدیوں اور برائیوں کا ایک سیل رواں جاری ہے، گویا کہ آگ کا ایک سمندر ہے یعنی ہر سمت آگ ہی آگ ہے، جس سے حفاظت اور تحفظ کا بغیر خدا کے فضل کے سوچنا بھی ناممکن ہے، ہمارے ہاتھ میں ایک خدا کا فضل اور رحم ہی ہے کہ جس کی بناء پر ہم مسیح آخر الزمان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے خیر و عافیت کے حصار میں آسکتے ہیں۔

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 145)

خدا کے پیارے مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو تقریباً ایک صدی قبل ہی تشنہ روحوں کو یوں متنبہ فرمادیا تھا۔

’’اے یورپ! تو بھی امن میں نہیں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269)

یورپی معاشرہ کی کیفیت

یورپی معاشرہ میں صرف ایک شدید مادہ پرست انفرادیت باقی رہ گئی ہے جو مستقل دنیاوی راحتیں اور جنسی لذتیں حاصل کرنے کی طلب گار ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، یورپی معاشرہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

’’یورپ کے معاشرے کو اگر دو لفظوں میں بیان کیا جائے تو وہ تموج پیدا کرتا ہے، بے چینی پیدا کرتا ہے، ایسی تحریکات آپ کے سامنے رکھتا ہے، جس کے نتیجہ میں دل بے اطمینانی ہی محسوس نہیں کرتا بلکہ اس کے اندر طلب کی ایک ایسی آگ بھڑکتی ہے جو کسی پانی سے نہیں بجھ سکتی۔‘‘

(خطاب برموقع صد سالہ جلسہ سالانہ قادیان بھارت فرمودہ مورخہ 27 دسمبر 1991ء)

آخر کس طرز طریق کو اختیار کیا جائے؟

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان یورپ کی رنگینیوں و رعنائیوں میں زندگی بسر کرتے ہوئے آخر کس طرز طریق کو اختیار کرے؟

اس کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے پندرہ سو سال قبل ہی اپنے پاک کلام میں یوں بیان فرما دیا۔

صِبۡغَۃَ اللّٰہِ ۚ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبۡغَۃً

(البقرہ: 139)

اللہ کا رنگ پکڑو اور رنگ میں اللہ سے بہتر اور کون ہوسکتا ہے۔

اسی طرح سے پھر ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے، دستورِ عمل اس چیز کو قرار دیا۔

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ

(الاحزاب: 22)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔

زندگی کا فیشن تو ہم آنحضرتؐ سے سیکھیں گے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ زندگی کا فیشن سیکھنے کی جانب رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

’’بعض لوگ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اس بات کو نہیں سمجھتے، وہ سمجھتے ہیں کہ زندگی فیشن میں ہے حالانکہ فیشن میں کوئی زندگی نہیں۔اصل زندگی تو اس فیشن میں ہے جو دین کا فیشن ہے۔اس میں نہیں ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرمایا کہ

یہ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔

پس زندگی کا فیشن تو ہم آنحضرت ﷺ سے سیکھیں گے نہ کہ کسی اور سے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 31 دسمبر 1982ء)

آج کے پر آشوب دور میں ہمارے لئے ڈھال

حقیقت یہ ہے کہ دورحاضر کی شرک آلودہ فضاء میں یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ کا وعدہ بھی مومنوں کے حق میں صرف اور صرف خلافت کے سائے میں رہ کر ہی پورا ہوسکتا ہے۔

آج ہم اور یقیناً ہم ہی وہ خوش نصیب ہیں، جن کو خدا تعالیٰ نے خلافت کی نعمت سے نوازا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم دل و جان سے اس سے وابستہ رہیں اور خلیفۃ المسیح کے نور کو براہ راست اپنے اندر جذب کریں۔جس قدر ہم بذات خود اور اپنی اولادوں کا انکساری اور عاجزی سے خلافت سے زندہ تعلق قائم کریں گے اتنی ہی رفعتیں اور بلندیاں خدا کے حضور ہم حاصل کرتے چلے جائیں گے، اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ

الغرض آج کے اس پر آشوب دور میں خلیفۂ وقت کی ذات بابرکات ہی ہمارے لئے وہ ڈھال ہے، جس کے پیچھے رہ کر ہم ہر قسم کی بدی اور شر سے بچنے کی ضمانت پا سکتے ہیں۔

اگر اپنی زندگیوں کو خوشگوار بنانا ہے تو دعاؤں پر زور دیں

یورپ جیسے معاشرے اور دنیا میں جہاں ہر طرف مایوسی، بے چینی، بے اطمینانی کا دور دورہ ہے، اس ماحول میں ہمارا شعار کیا ہونا چاہئے کہ مادیت کی شورش سے خوشگواریت کا حصول ممکن ہو سکے، اس ضمن میں ہمارے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

’’معاشرے میں آج کل بہت سارے جھگڑوں کی وجہ طبیعتوں میں بے چینی اور مایوسی کی وجہ سے ہوتی ہے، جو حالات کی وجہ سے پیدا ہوتی رہتی ہیں اور یہ مایوسی اور بے چینی اس لئے بھی زیادہ ہوگئی ہے کہ دنیاداروں اور مادیت پرستی اور دنیاوی چیزوں کے پیچھے دوڑنے کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہوگئی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کم ہوگیا ہے اور دنیاوی ذرائع پر انحصار زیادہ ہوتا جارہا ہے۔ اس لئے اگر اپنی زندگی کو خوشگوار بنانا ہے تو جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ دعاؤں پر زور دیں اور اسی سے آپ کی دنیا اور عاقبت دونوں سنوریں گی۔ اور یہی توکل جو ہے آپ کا، آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کی نسلوں میں بھی آپ کے کام آئے گا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 15 اگست 2003ء)

حقیقی پیار کے نتیجہ میں اطمینان و بشاشت پیدا ہوتی ہے

اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

’’دنیا تو پاگل ہوئی ہوئی ہے، میں نے بڑا غور کیا ہے اس وقت دنیا میں عقلمند صرف احمدی ہے۔ دنیا اس دنیا کے پیچھے لگی ہوئی ہے جو عارضی اور بے اطمینانیوں سے بھری ہوئی اور پریشانیوں سے معمور دنیا ہے، جہاں ہلاکتیں ہی ہلاکتیں نظر آرہی ہیں۔ یہ وہ دنیا ہے جہاں نشوں کے ذریعہ اپنے آپ کو بہلانا چاہتے ہیں اور بہلا نہیں سکتے، ہر دل میں بے اطمینانی ہے۔۔۔اگر انسان کا مقصود یہ ہو کہ اس دنیا میں بھی اس کا دل مطمئن رہے اور بشاشت کے ساتھ اپنی زندگی کے دن گزار رہا ہو تو سوائے اسلام کے کہیں اور یہ بشاشت اور اطمینان نہیں حاصل ہوسکتا۔انسان پیار تو اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے جو حقیقی پیار ہے اور اسی پیار کے نتیجہ میں اطمینان اور بشاشت پیدا ہوتی ہے۔‘‘

(خطاب برموقع 18ویں سالانہ تربیتی کلاس مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ بحوالہ مشعل راہ جلد دوم صفحہ 273)

سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں

یورپ نے مصنوعی آزادیاں، تسکین اور لذت کے حاصل کرنے کے لئے ہر تدبیر آزمائی، کبھی شراب کو پانی کی طرح بہایا، تو کبھی جنس کے پیچھے مارے مارے نظر آئے، کبھی تنگ لباس میں تو کبھی لباس کو خیر باد کہہ کر، کبھی ہپیز کا دور آیا تو کبھی فیشن کی دھت بالوں، جسموں اور چہروں پر سوار کی۔ مگر مصنوعی آزادی کے دیوانے ہمیشہ تشنگی کا سامنا ہی کرتے رہے، کر رہے ہیں اور خدانخواستہ کرتے رہیں گے اور یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی نہ کوئی چیز تو ایسی ضرور ہے جو ناپید ہے یا جس کی کمی ہے۔

اگر عقل سے تجزیہ کیا جائے کہ وہ چیز ایک ہی ہے اور وہ مقصد حیات کا نہ ہونا ہے، زندگی گزارنے کے اسلوب سے ناآشنائی ہے اور بعد الموت حیات کے ادراک کا نہ ہونا ہے۔ دلوں کے حقیقی اور مستقل سکون تو اسی ارشاد ربانی کے تحت ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ

(الرعد: 29)

سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

یہی وہ نسخہ کیمیا ہے جس میں پیغام زندگی پنہاں ہے اور یہی وہ درعدن ہے جو ظلمتوں کی شام کو صبح نور میں بدلتا چلا جائے گا۔

یورپ کا ماحول اور تربیت اولاد

اس معاشرہ میں جہاں باغیانہ رویے آزادی کے نام پر عام ہیں، تربیت اولاد انتہائی اہم اور توجہ طلب امر ہے۔ کیونکہ آج کے بچے کل کا مستقبل ہیں لہٰذا یہ وہ جمع پونجی ہیں کہ ان پر آنے والے وقت کی عظیم دینی اور دنیاوی ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں۔

اردگرد کی معاشرتی برائیوں، منفی نوعیت کی سوچ اور بے ہنگم آزادیوں سے انہیں مثبت رجحانات کی جانب مائل کرنا اور کردار سازی اشد ضروری ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کے ساتھ قیامت تک رہے

حضرت المصلح الموعودؓ ارشاد فرماتے ہیں۔

’’پس ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کے ساتھ قیامت تک رہے تا کہ اس کا نام ہماری نسلیں ہمیشہ بلند کرتی رہیں۔ وہ دنیا کے لئے ایک دوسرے کا گلا نہ کاٹیں، وہ دنیا کے لئے ایک دوسرے

سے نہ لڑیں، بلکہ دنیا کے ملنے پر دین کی اور زیادہ خدمت کریں اور ہر قسم کی عزت ملنے کے باوجود، دین کی خدمت کرنے میں فخر محسوس کریں اور اگر کوئی بادشاہ بھی ہو جائے تو وہ فقیر سے زیادہ متواضع ہو۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 5 ستمبر 1958ء بحوالہ خطبات محمود جلد 39 صفحہ 219)

نسلوں کی تربیت کے لئے دعا کے ساتھ مادی تدابیر بھی اختیار کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نسلوں کی تربیت کے حوالہ سے درج ذیل قرآنی دعا کو کثرت سے پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ۝

(آل عمران:9)

’’چوکس اور بیدار ہو کر اپنی زندگیاں گزاریں اور کم عمر نسل کی تربیت چھوٹی عمر سے ہی شروع کر دیں۔ تربیت پر پورا زور خرچ کریں۔ مادی تدابیر بھی اختیار کریں اور دعاؤں کے ساتھ بھی کام لیں کہ دعا سب سے بڑی تدبیر ہے، دنیا میں بڑا گند پھیلا ہوا ہے۔

یہ گند بڑا دولتمند ہے، بڑا مہذب کہلاتا ہے، اس کی نقل کرنا فخر سمجھا جاتا ہے۔ یہ جو کیفیت ہے، یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ سے مدد مانگیں اور کوشش کریں، انتہائی طور پر تدبیر اور دعا کے ساتھ کہ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان ذمہ داریوں کو اسی طرح بشاشت کے ساتھ اور ہمت کے ساتھ اور ایثار کے ساتھ اور قربانی کے ساتھ ادا کرتی چلی جائیں، جس طرح آج اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطاء کر رہا ہے۔ آمین!‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 26 دسمبر 1980ء)

اس ضمن میں ذاتی توجہ اور کوشش و نگرانی کے مسلسل عمل کے ذریعہ پہلے درجہ پر خدا کی ذات کا ادراک اور اس کی عبادت کی جانب طبیعتوں کا مائل کرنا اور کروانا انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

خدا کی عبادت سے غفلت کی ایک سزا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، ایسے والدین کو جو اپنے بچوں کی عبادت کا خیال نہیں کرتے، انہیں متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

’’الغرض خدا کی عبادت سے غافل ہونے کی ایک سزا یہ ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کی عبادت کا خیال نہیں کرتے، ان کی اولادیں لازماً ہلاک ہو جایا کرتی ہیں، اس لئے وہ اس طرف توجہ کریں اور اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں سے قتل نہ کریں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ یکم اپریل 1983ء بحوالہ مشعل راہ جلد سوم صفحہ 148)

یورپ کے ماحول میں تربیت اولاد کے زریں اصول

اسی طرح آپؒ، تربیت اولاد اور نسلوں کو ہلاکت سے محفوظ رکھنے کے زریں اصول کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

’’پس اس معاشرے میں جہاں ماحول نیکیوں کے مخالف ہے، جہاں بدیوں کو تقویت دینے والا ہے، وہاں بچپن سے نیکیوں سے ذاتی لگاؤ پیدا کرنا اور اس کے لئے روزمرہ کے مواقع سے فائدہ اٹھانا بہت ضروری ہے۔۔۔ تمہاری نیکیوں پر سوسائٹی تمسخر اڑائے گی، تمہیں ذلیل نظروں سے دیکھے گی، لیکن تم نے سر اٹھا کر چلنا ہے۔۔۔ نیکی پر خود اعتمادی یہ بہت ضروری ہے اور اس خود اعتمادی کے فقدان کے نتیجے میں نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔۔۔ تو نیکی کی لذت حاصل کرنا اور لذت حاصل کرنا سکھانا، یہ ماں باپ کا کام ہے۔۔۔ پس اگر اپنے بچوں کے دل میں خدا کی محبت، عبادت کے حوالے سے پیدا کریں تو یہ وہ نظام ہے جو بچوں کی ہر حال میں، ہر جگہ حفاظت فرمائے گا۔۔۔ میں خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں اگر تم اپنے اندر وہ نقوش پیدا کرلو جو نقوش مہر محمدی ﷺ کے نقوش ہیں تو اربوں آپ کی وجہ سے بچائے جائیں گے۔ ہو نہیں سکتا کہ دنیا ہلاک ہو جب تک آپ اس دنیا میں موجود ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 20 جون 1997ء بحوالہ مشعل راہ جلد سوم صفحہ 576-587)

یورپ کو ہلاکت سے کس طرح بچایا جا سکتا ہے؟

آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کشف ہے، جس میں آپؑ نے دیکھا۔

’’ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔‘‘

(تذکرہ صفحہ 193 ایڈیشن چہارم)

اپنی تصنیف لطیف چشمۂ مسیحی میں آپؑ اس کی تشریح یوں بیان فرماتے ہیں۔

’’اس کشف کا مطلب یہ تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔‘‘

(چشمۂ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 376)

وہ کیا ہے نیا آسمان اور کیا ہے نئی زمین؟

اس سوال کے جواب میں آپؑ ارشاد فرماتے ہیں۔

’’نئی زمین وہ پاک دل ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے، جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا ان سے ظاہر ہوگا اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 7)

ہمارے لئے لائحۂ عمل

نئی زمین اور نئے آسمان بنانے میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاون و مددگار ہم کس طرح سے بن سکتے ہیں، اس حوالہ سے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہمارے لئے لائحۂ عمل اس طرح سے وضع فرمایا ہے۔

’’اس کشف میں نئی زمین اور نئے آسمان بنانے میں آپ علیہ السلام کی جماعت کو بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ اس لئے اب یہ دیکھنا ہے کہ آپ کی جماعت کا حصہ بن کر، آپ علیہ السلام کی بیعت میں آ کر ہم کیا کوشش کر رہے ہیں کہ ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا کریں۔۔۔ ایک بات تو بنیادی یہ ہے کہ قرآن کریم کا ہر حکم ہمارے اندر تبدیلی پیدا کرنے والا ہونا چاہئے اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے وہ ایک نئی زمین اور نیا آسمان ہمارے اندر بنانے والا ہے اور پھر اس کو اختیار کر کے اس پر عمل کر کے ہم میں سے ہر ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنا سکتا ہے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔۔۔ ہم اعتقادی اور عملی لحاظ سے وہ بنیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں بنانا چاہتے ہیں۔ ہماری زمین بھی نئی بن جائے اور ہمارا آسمان بھی نیا بن جائے اور ہم وہ انسان بن جائیں جو نئی زمین اور نئے آسمان بنانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاون و مددگار ہوں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ مؤرخہ 5 جون 2015ء)

جرمن قوم کو ہلاکت سے بچائے بغیر یورپ نہیں بچ سکتا!

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، یورپ کی تقدیر بدلنے کی بابت ارشاد فرماتے ہیں۔

’’یہ ایک انتہائی ضروری امر ہے، میں بار بار آپ کو دوبارہ اس طرف توجہ دلاتا ہوں، سہ بارہ توجہ دلاتا ہوں کہ یورپ کو اگر آپ نے بچانا ہے ہلاکت سے، تو جرمن قوم کو ہلاکت سے بچائے بغیر یورپ نہیں بچ سکتا۔ اس قوم کو اولیت حاصل ہے، پہلے ان کی طرف توجہ دیں، ان کو سنبھال لیں، پھر یہ سارا کام خود کریں گے، اسلام کی خاطر پھر یہ صف اول کے خادم دین بن جائیں گے۔ اور اگر آپ جرمن قوم کو سنبھال لیں تو میں یقین دلاتا ہوں کہ یورپ کی تقدیر بدل جائے گی۔‘‘

(اختتامی خطاب بموقع تیسرا سالانہ یورپین اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ 1986ء بحوالہ مشعل راہ جلد سوم صفحہ 274)

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ! خدائی نوشتوں اور وعدوں کے عین مطابق اس نئے نظام، زمین اور آسمان سے یورپ بھی حصہ پائے گا۔ بحیثیت احمدی ہونے کے ہمیں اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اہل یورپ کی رستگاری کے لئے بھی اپنی کوششوں کو انتہاء تک پہنچانا ہو گا تا کہ جلد از جلد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتداء میں وہ مبارک دن آئیں کہ انہیں حقیقی آزادی نصیب ہو، جس سے ان کے دین و دنیا سنور جائیں اور یہ خطۂ ارض خدا کی حمد اور توحید کے ترانے گاتا ہوا حلقہ بگوش اسلام ہو جائے۔

آمین ثم آمین!

دین اسلام بس اب ان کی سمجھ میں آ جائے
بات یہ کچھ بھی نہیں رحم اگر وہ فرمائے

(کلام محمود صفحہ 7)

الفضل، ایک دستر خوان ہے

نعمتیں چن دی گئیں ہیں اس کے ہر قرطاس پر
میوہ ہائے دین کا الفضل، دستر خوان ہے

منصورہ فضل من۔ قادیان

صلی اللہ علیہ وسلم

ادارہ الفضل کو ملنے والے مضامین میں مضمون نگار یا کمپوزر حضرات نے حضرت محمد کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم یا کمپیوٹرائزڈ ﷺ لکھا ہوتا ہے۔ دونوں طرز سے لکھنا درست ہے۔ لیکن ایک ہی مضمون میں یا ایک پیراگراف میں کچھ جگہ پر صلی اللہ علیہ وسلم کھول کر اور کچھ حصوں میں کمپیوٹرائزڈ طرز پر لکھا جائے تو مضمون میں حسن نہیں رہتا۔ بعض دوست تو ایک ہی سطر میں دونوں طریق پر لکھ رہے ہوتے ہیں۔

کمپوزنگ کرنے والے حضرات و خواتین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مضمون میں ایک ہی طرز پر صلی اللہ علیہ وسلم کو کمپوز کریں۔ اگر کھول کر صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جائے تو تحریر عمدہ لگتی ہے۔ ہاں صلی اللہ علیہ وسلم تحریر کرتے وقت ساتھ زیر لب دوہرا بھی لیں تو ثواب کا موجب ہو گا۔

کَانَ اللّٰہُ مَعَکُمْ

(ایڈیٹر الفضل آن لائن)

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو کینیڈا

آؤ! اُردو سیکھیں

سبق نمبر 61

آج ہم ایسے اسماء یعنی Nouns سے گفتگو کا آغاز کریں گے جن کے بعد اگر بعض حروفِ ربط یعنی Prepositions مثلاً سے، تک، میں وغیرہ آجائیں تو وہ متعلق فعل الفاظ یعنی Adverbs بن جاتے ہیں۔ جیسے کب تک، خوشی سے، زور سے، عقلمندی سے، بُھولے سے، پُھرتی سے، آرام میں، غم میں۔ اسی طرح جیسا کہ آپ جانتے ہیں اردو میں فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال ہوتے ہیں تو فارسی اسماء کے شروع میں اگر ب کا اضافہ کردیں تو متعلق فعل الفاظ بن جاتے ہیں۔ جیسے خوشی کو اگر بخوشی کردیں تو اس کا مطلب ہوگا برضا و رغبت ایک کام کرنا یعنی eagerly/ voluntarily اسی طرح خوبی سے بخوبی، اور بدل و جاں وغیرہ ہیں۔ بعض اسماء یعنی nouns کے بعد اگر وار لگا دیا جائے تو وہ متعلق فعل بن جاتے ہیں۔ جیسے تفصیل سے تفصیل وار(In detail, comprehensively)، ہفتہ وار (Weekly)، ماہوار (Monthly)، نمبر وار (Numerically)، ترتیب وار وغیرہ۔

اسم صفت کا دہرا استعمال

بعض اسماء صفت یعنی Adjectives بطور متعلق فعل یعنی Adverbs بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے خوب، بجا، درست، ٹھیک وغیرہ۔مثلاً خوب کہا یعنی Well said، بجا فرمایا یعنی You are right وغیرہ۔

بعض ایسے الفاظ جو ویسے تو عددی صفات ہیں اور کثرتِ شے یعنی For a large amount or quantity of a thing استعمال ہوتے ہیں مگر خاص انداز کلام میں بطور متعلق فعل استعمال ہوجاتے ہیں۔ وہ الفاظ ہیں لاکھ اور ہزار وغیرہ۔ جیسے میں نے اسے لاکھ سمجھایا مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ہزار سر مارا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ یہاں سر مارنا اور ٹس سے مس نہ ہونا محاورے ہیں۔ سر مارنا کا مطلب ہے کہ کسی ضدی، نادان، یا متعصب شخص سے کسی معاملے پر دیر تک بحث کرکے اسے قائل کرنے کی کوشش کرنا۔ ٹس سے مس نہ ہونا کوئی فرق نہ پڑنا، کوئی تبدیلی پیدا نہ ہونا۔ یعنی لاکھ اور ہزار کا مطلب ہے کہ کسی مقصد کے حصول کے لئے بہت زیادہ کوشش کرنا۔

بعض اسماء ئے عام جنہیں اسم نکرہ بھی کہا جاتا ہے انہیں انگریزی میں Common Nouns کہتے ہیں۔ جمع یعنی Plural case میں بطور متعلق فعل استعمال ہوتے ہیں۔ اسم عام کا یہ استعمال محاوروں میں کیا جاتا ہے۔ جیسے بلّیوں اچھلنا، دودھوں نہانا، پُوتوں پھلنا، اسی سے بنتا ہے دودھوں نہاؤ یعنی خوب دولت مند ہوجاؤ کامیاب ہوجاؤ اور پُوتوں پھلو یعنی خوب اولاد ہو، پُوت ہندی میں بیٹے کو کہتے ہیں۔ جھوٹوں نہ پوچھنا یعنی اخلاص و وفا مہر و مروت تو ایک طرف منافقانہ خوش دلی بھی نہ دکھانا۔

بلّیوں اچھلنا: یہاں بلّیوں میں حرف ب پر زبر یا فتح ہے اور اس کا معنی ہے بانس یا لکڑی کا بڑا ٹکڑا۔ اس سے مزید محاورے بھی بنتے ہیں جیسے دل بلیوں اچھلنا یعنی انتہائی بے تاب مضطرب ہونا، گھبرانا، دل کا تیز تیز دھڑکنا۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اسم عام یعنی Common nouns ہیں پُوت کی جمع پُوتوں، دودھ کی جمع دودھوں، جھوٹ کی جمع جھوٹوں ہے پس ان الفاظ کی جمع بعض محاوروں میں بطور متعلق فعل استعمال ہوتی ہے۔ اسی طرح گھنٹوں، صدیوں، زمانوں وغیرہ کو بھی استعمال کی جاتا ہے۔ جیسے میں گھنٹوں وہاں کھڑا رہا۔ اس کی ماں صدیوں اس کی راہ تکتی رہی۔ خدا کا مہدیؑ کئی زمانوں کے بعد ظاہر ہوا۔

اس قدر تفصیل سے اردو زبان کے مختلف انداز اور طریق بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اردو سیکھنے والوں کو اردو زبان کا علم محض سطحی نہ ہو کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور تقاریر و ملفوظات میں جس اعلیٰ معیار کی اردو زبان استعمال ہوئی ہے اس کا عرفان حاصل کرنے کے لئے بہت ضروری ہے کہ قارئین کا معیار زبان بھی انتہائی درجے کا ہو۔مثلاً حضورؑ نے اسلامی اصول کی فلاسفی میں ایک روح اور نطفہ کے درمیان تعلق میں ایک اصطلاح استعمال فرمائی ہے ’’مجہول الکنہ‘‘ جس کے معنی ہیں ایسی شے جس کی حقیقت یا ماہیّت معلوم نہ ہو۔یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ اصل میں وہ شے کیسی ہے۔ پس اس لحاظ سے ہمیں اپنی فہم اردو کو بہت وسیع کرنا ہوگا۔

افعال حالیہ بطور متعلق فعل

Present verbs form adverbs

اسی طرح اردو زبان میں فعل یعنی verb کی حالیہ شکل یعنی present form بھی بطور متعلق فعل کے استعمال ہوتی ہے۔ جیسے کھل کھلا کر ہنسا، بلبلا کر رویا، بچ بچا کر کر بھاگا وغیرہ۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

پھر فرماتا ہے کہ جب نیک انسان چالیس برس کا ہوجاتا ہے اور پختہ عقل کو پہنچتا ہے تب اسے خدا کی وصیتیں یاد آتی ہیں اور کہتا ہے کہ اے میرے رب! اب مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکر کروں جو مجھ پر اور میرے والدین پر ہیں۔ اے میرے رب! اب مجھ سے تو وہ کام کرا جس سے تو راضی ہوجاوے۔ اور میری اولاد کو میرے لئے صلاحیت بخش یعنی اگر میں نے والدین کے حق میں تقصیر کی تو ایسا نہ ہو کہ وہ بھی کریں۔ اور اگر میرے پر کوئی آوارگی کا زمانہ رہا تو ایسا نہ ہو کہ ان پر آوے۔ اے میرے خدا! اب میں توبہ کرتا ہوں اور میں تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوگیا ہوں۔ سو خدا تعالیٰ نے اس آیت (الاحقاف:16) میں ظاہر فرمادیا کہ چالیسواں سال نیک بندوں پر مبارک آتا ہے اور جس میں سچائی کی روح ہے وہ روح ضرور چالیسویں سال میں حرکت کرتی ہے۔ خدا کے اکثر بزرگ نبی بھی اسی چالیسویں سال پر ظہور فرما ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفی ﷺ چالیسویں برس میں ہی خلق اللہ کی اصلاح کے لئے ظہور فرما ہوئے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 322-323)

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنے

چالیس برس: یعنی انسان کی عمر 40 سال ہوجاتی ہے۔

پختہ عقل: مضبوط قوت فکر و استدلال کا حاصل ہونا۔ یعنی انسان عقل مند ہوجاتا ہے۔ نیک و بد کی تمیز بآسانی کرسکتا ہے۔ جذبات کو دبانے کی صلاحیت آجاتی ہے۔

خدا کی وصیتیں: خدا تعالیٰ کی تعلیمات۔

صلاحیت: شعور سمجھ داری۔

تقصیر: گناہ، بے ادبی، لاپرواہی۔

آوارگی: بدچلنی، پریشانی، بربادی، غیر اخلاقی حالت۔

ظہور فرما ہونا: کسی انسان کا کسی منصب پر بیٹھنا، کسی انسان کا اعلیٰ مقام کا دنیا پر ظاہر ہوجانا، نبی کا مبعوث ہونا۔

خلق اللہ: اللہ کی مخلوق، لوگ، عام عوام۔

دعا کا تحفہ

گھر سے نماز کے لئے نکلنے کی دُعا

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سُنا کہ جو شخص گھر سے نماز کے لئے نکلتے وقت یہ دُعا پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر فرماتا ہے جو اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود اس شخص کی طرف نماز کے وقت اپنی خاص توجہ رکھتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ وَبِحَقِّ مَمْشَایَ هٰذَا فَاِنِّي لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِيَاءً وَلَا سُمْعَةً خَرَجْتُ هَرَبًا وَفِرَارًا مِنْ ذُنُوْبِي اِلَيْكَ خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سُخْطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ فَاَسْاَلُكَ اَنْ تُعِيْذَنِيْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِيْ ذُنُوْبِي

(ابن ماجہ کتاب المساجد)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق کا واسطہ دے کر اور (نماز کے لئے) اپنے اس پا پیادہ جانے کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں مَیں کسی غرور اور فخر یا ریا اور شہرت کی خاطر نہیں نکلا بلکہ مَیں اپنے گناہوں سے بھاگتے اور دوڑتے ہوئے تیری طرف آیا ہوں۔ تیری ناراضگی سے بچنے اور تیری رضامندی کے حصول کی خاطر نکلا ہوں۔ میرا سوال تیرے دربار میں یہ ہے کہ مجھے آگ سے پناہ دے اور میرے گناہ بخش دے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 56-57)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

فرحت سلطانہ بھٹی

ریزونِنس Resonance

ریزونِنس ایک ایسی صفت ہے جس سے زندگی کے مختلف شعبے فائدہ اٹھاتے نظر آتے ہیں ایک سادہ مثال کے ذریعے اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ جب آپ جھولا جھولتے ہیں تو جھولا ایک خاص فریکوئنسی کے ساتھ حرکت شروع کرتا ہے یعنی اگر ایک جھولا دو سیکنڈ میں اپنا ایک چکر مکمل کر لیتا ہے تو یہ جھولا ہمیشہ ہر چکر دو سیکنڈ میں ہی مکمل کرے گا اور اگر اس پر خاص قوت لگا کر اس کی رفتار بڑھائیں گے تو اس کا ایمپلی چیوڈ بڑھ جائے گا مگر وقت دو سیکنڈ ہی رہے گا۔

ایمپلی چیوڈ کسی جھولے کا اپنی درمیانی پوزیشن سے ایک طرف کا فاصلہ ہوتا ہے یہ قوت جو آپ نے لگائی ہے اپلائیڈ فورس کہلاتی ہے اور ’’خاص‘‘ اس لیے کہلاتی ہے کیونکہ اس کی ایک خاص فریکوئنسی ہے جو خاص وقت پر جھولے پر لگائی گئی جس سے اس کا ایمپلی چیوڈ بڑھ گیا جب بھی اپلائیڈ فورس کی فریکوئنسی، کسی بھی جھولے کی قدرتی فریکوئنسی سے میچ کر جاتی ہے تو اس کا ایمپلی چیوڈ بڑھا دیتی ہے یہ عمل نہ صرف جھولا بلکہ تمام آبجیکٹ، مزید برآں دنیا میں پائے جانے والا ہر ذرہ دکھا سکتا ہے کیونکہ ہر ذرہ اپنے اندر ایک قدرتی فریکوئنسی رکھتا ہے اگر آپ کی لگائی گئی قوت اس ذرہ کی قدرتی فریکوئنسی کے مطابق ہوئی تو وہ ذرہ زور زور سے حرکت شروع کر دے گا یعنی اس کا ایمپلی چیوڈ بڑھ جائے گا۔ اس خاص قوت سے ہٹ کر جتنی چاہے قوت لگا لیں وہ اس جھولے یا ذرہ کا ایمپلی چوڈ نہیں بڑھا سکتی اسی اصول پر فلک بوس عمارت اور شیشے کے پیالے کا آواز کی کسی فریکونسی سے ٹوٹ جانا بھی ممکن ہے بلکہ ٹوٹ سکتے ہیں۔

ایک شیشے کے پیالے کا آواز کی ایسی لہروں سے ٹوٹنا ممکن ہے جو شیشے کے پیالے کی قدرتی فریکوئنسی سے میچ کر جائے فلک بوس عماتوں کا زوردار دھاکوں سے گرجانا دور از قیاس نہیں۔ ایم۔ آر۔ آئی ٹیسٹ میڈیکل کی دنیا میں ریزونِنس کی مثال ہے۔

توان مثالوں سے صرف یہ بتانا مقصود نہیں کہ ریزونِنس ایک نہایت اہم عمل یا حقیقت ہے جو اس حواس سے جانچی جاسکتی ہے اور فقط مادی دنیا سے ہی اس کا تعلق ہے بلکہ جس طرح جسم اور روح کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ روح کو جسم پر فوقیت بھی ہے مثلاً خوشی اور غم کے جذبات انسانی روح پر پڑتے ہیں اور انسانی جسم خوشی کا اظہار کر کے یا غم میں آنسو بہا کر روح کی کیفیات کا اظہار کرتا ہے۔ جسم اور روح کی کیفیات ایک دوسرے پر اثر ڈالتی ہیں اسی طرح روحانی لحاظ سے اس عمل ریزونِنس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ سچائی کی قوت لئے ہوئے ہے اور جو انسان اپنے آپ کو سچائی کی قوتوں سے مزین کرتا چلا جاتا ہے تو کائنات کے ذرے ذرے کی قوت اس کی خدمت گار/مددگار بن جاتی ہے چونکہ ہر ذرے میں سچائی کی قوت کارفرما ہے یا یوں کہیے کہ کائنات کا ہر ذرہ سچائی پر تخلیق کیا گیا ہے اور وہ اپنی ذمہ لگائے گئے امور پر سچائی سے کاربند ہے۔ مگر انسان صاحب اختیار ہے چاہے توسچائی کی روح اختیار کرے یا اسے منحرف ہو۔ مرضی کا مالک تو ہے صرف اسی حد تک کہ کون سی راہ اختیار کرنا ہے مگر اپنے عمل کا جواب دہ بھی ہے۔

اس لیے عقلمندوں اور صاحب بصیرت لوگوں کے لئے تو جینے کی دراصل ایک ہی راہ ہے جو سچائی کی ہے اگر انسان سچائی کی راہ پر ثابت قدم رہے تو یہی راہ اسے الحق (خالق کائنات) سے ملاتی ہے اور جو سچائی سے ہٹ کر گزرتا ہے اور کسی وقتی لذت خوشی یا عزت کو پاتا یا پانا چاہتا ہے وہ اپنے آپ کو اس معجزانہ قوت سے دور کرتا چلا جاتا ہے کیونکہ تمام ذرات عالم سے سچائی کی قوتوں سے مزین ہیں اور سچے وجود کی طرف ہی کھنچے چلے جاتے ہیں اور غیرممکن باتیں وقوع میں آتی ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں معجزہ کہتے ہیں۔

ید بیضاء ہو، سمندر کا بروقت مدوجزر ہو غار ثور کا مکڑی کا جالا ہو، پانی کے مشکیزے سے قافلے کی سیرابی وغیرہ لیکن یہ ہر جگہ ظہور میں نہیں آتا۔ دراصل انبیاء کے وجود اپنے ادوار میں کامل سچائی کے مظہر ہوتے ہیں جب سے صانع مطلق نے عالم اجسام کو ذرات سے ترکیب دی ہے ہر ایک ذرے میں وہ کشش رکھی ہے جو مادی طور پر اس کی نیچرل فریکوئینسی ہے اور سچائی کی روح لیے ہوئے ہے۔ جتنا انسان سچائی کی قوتوں کو فروغ دیتا چلا جاتا ہے وہ ایک ایسا وجود بنتا جاتا ہے کہ آسمان کے ستارے، سورج اور چاند سے لے کر زمین کے سمندروں ہوا اور آگ تک ان کو شناخت کرتے ہیں اور ان کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ ہر ایک چیز طبعاً ان سے پیار کرتی ہے۔

گویا تمام سچی ارواح ایک دوسرے کے لئے ریزونِنس کا کام کرتی ہیں اور ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جو اس کی کامیابی کے لئے کافی ہوں۔

تجربہ اور خدا تعالیٰ کے کلام سے یہی ثابت ہے کہ دنیا کے ہر ایک ذرے کو طبعاً ایسے شخص سے عشق ہوتا ہے اور اس کی دعائیں ان تمام ذرات کو ایسا اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسا مقناطیس لوہے کو۔ پس غیر معمولی باتیں جن کا ذکر کسی علم طبعی اور فلسفے میں نہیں اس کشش کی قوت کے باعث ظاہر ہو جاتی ہیں اور وہ کشش طبعی ہے۔

دراصل صادق المحبت انسان جو سچی محبت خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے وہ یوسف ہے جس کے لئے ذرہ ذرہ اس علم کا زلیخا صفت ہے۔

Resonance
Amplitude
Applied force
Object
MRI

بقیہ: عشق، عشق محمدؐ اور خلفاء مسیح موعودؑ...... از صفحہ 13

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

عشق میں رشک پیاروں سے بھی ہوتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے عشق رسولؐ کو کہاں تک بیان کیا جائے آپ کے 51 سالہ دورِ خلافت میں ہمیں اتنے زیادہ واقعات اس محبت کے نظر آتے ہیں کہ بے اختیار اس عاشق رسولؐ کے لئے دُعائیں نکلتی ہیں۔ آپ کی ہمہ جہت ذات کا ہر گوشہ آنحضورؐ کے پیار میں مخمور نظر آتا ہے، ملی، قومی، سیاسی، سماجی، اسلامی ہر ہر میدان میں آپ عشق محمدؐ میں صفِ اول میں نظر آتے ہیں چاہے تو آپ کی تقریر اُٹھا کر دیکھ لیں تو چاہے تحریر اور منظوم کلام۔ اب میں آپ کے سامنے آپ کی سیرت کے چند پہلو اور واقعات رکھوں گا جو آپ کی رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ سے بے پناہ محبت کو ظاہر کرتے ہیں۔

1935ء کی مجلسِ شوریٰ کے افتتاحی اجلاس میں حضور نے نمائندگان شوریٰ کے علاوہ زائرین کو بڑے پُرجوش انداز میں خطاب فرماتے ہوئے ان سے ایک عہد لیا اور اس میں عشق کے ایک نئے ہی انداز کو بیان فرمایا۔ فرماتے ہیں:

’’اس وقت ہم جنگ کے میدان میں کھڑے ہیں اور جنگ کے میدان میں اگر سپاہی لڑتے لڑتے سو جائے تو جاتا ہے۔ ہمارے سامنے نہایت شاندار مثال ان صحابہ کی ہے جن کے مثیل ہونے کے ہم مدعی ہیں۔‘‘ پھر آپؓ نے صحابی رسولؐ کے اس انتہائی دردانگیز واقعہ کا ذکر کیا جس میں ایک جنگ میں ان کے سپرد اسلام کا جھنڈا تھا جب اُن کا ایک ہاتھ کاٹا گیا تو انہوں نے دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا اور جب وہ بھی کاٹا گیا تو ٹانگوں میں پکڑ لیا اور جب دونوں ٹانگیں بھی کٹ گئیں تو دانتوں میں پکڑ لیا مگر گرنے نہ دیا۔ پھر آپ نے نوجوانوں، بچوں کو مخاطب ہو کر فرمایا ’’واقعات کی زمانہ کی اور موت کی تلوار تو کھڑی ہے۔ ممکن ہے یہ چل جائے تو کیا تم اس بات کے لئے تیار ہو کہ اس جھنڈے کو گرنے نہ دو گے؟‘‘ (اس پر سب نے بیک آواز لبیک کہا) پھر آگے مزید فرماتے ہیں کہ ’’ہمیں خدا تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے چنا ہے اور ہم خدا تعالیٰ کی چنیدہ جماعت ہیں۔ ہمیں دنیا سے ممتاز اور علیحدہ رنگ میں رنگین ہونا چاہیے۔ صحابہ ہمارے ادب کی جگہ ہیں مگر عشق میں رشک پیاروں سے بھی ہوتا ہے۔ پس ہمارا مقابلہ ان سے ہے جنہوں نے رسول کریمؐ کے دوش بدوش جنگیں کیں اور اپنی جانیں قربان کیں۔ ہم ان کی بہت عزت کرتے اور توقیر کرتے ہیں لیکن کوئی وجہ نہیں کہ ان کی قربانیوں پر رشک نہ کریں اور ان سے بڑھنے کی کوشش نہ کریں۔‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت 1935ء خطابات شوریٰ جلد اوّل صفحہ 640-641)

1957ء کی رپورٹ مجلسِ مشاورت میں حضرت مصلح موعودؓ کی ایک عظیم دلی خواہش درج ہے جو کہ آپ کی رسولِ کریمؐ سے بے انتہا محبت کی عکاس ہے۔ فرماتے ہیں

’’حقیقت یہ ہے کہ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی طور پر ملتا ہے اصل میں یہ سب کچھ محمد رسول اللہؐ کا مال ہے انہی کے مال کی حفاظت کیلئے ہم لڑ رہے ہیں ورنہ ہمیں اپنی کسی عزت کی ضرورت نہیں اگر محمد رسول اللہؐ کی فتح ہو جائے تو ہمیں دنیا کے تمام دُکھ اُٹھانے منظور ہیں۔ خواہش ہے تو صرف اتنی کہ محمد رسول اللہؐ کی عزت دنیا میں قائم ہو۔‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت 1957ء خطابات شوریٰ جلد سوم صفحہ 711)

(باقی کل ان شاءاللہ)

طاہر احمد۔ فن لینڈ

عشق، عشقِ محمدؐ اور خلفاء مسیح موعودؑ

قسط اول

محبت تو انسان کی سرشت میں داخل ہے جو کبھی انسان کی چیزوں سے، کبھی مال و دولت سے، کبھی مختلف اجناس سے اور کبھی انسان کی انسان سے محبت کی صورت میں ہر سو نظر آتی ہے۔ انسانوں میں بھی والدین اور اولاد کی محبت، بہن بھائیوں کی محبت، دوستوں کی محبت نیز بے انتہاء صورتوں میں منقسم ہے۔ لیکن محبت کی ایک قسم ایسی ہے جو شاید ابتداء زمانہ سے اب تک مقبول و معروف رہی ہے یعنی مرد و عورت (شوہر و بیوی، عاشق و معشوق) کی قسم، یعنی ان اجناس کے درمیان محبت جن کے درمیان خود خدا نے انسیت اور لذت رکھ دی ہے اور اس محبت کے بارے میں کیا کیا نہیں کہا گیا، ہر دور میں ہر قوم کے ہر ادب میں محبت کی ایسی داستانیں ملتی ہیں اور جن کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ عشق کی معراج ہیں، ہمارے کلچر میں ہیر رانجھا، سسی پنوں، عرب میں لیلیٰ مجنوں، اسی طرح انگلستان میں رومیو جولیٹ نیز لاتعداد حکایتیں زبان زدِ عام ہیں، جو بلا شبہ عشق کے گہرے سمندر اور معنی اپنے اندر رکھتی ہیں اور کچھ لوک کہانیاں اور پریم و پریمی کی کتھائیں تو بنی ہی اس لئے تھیں کہ اس کے ذریعے ایک اور اعلیٰ اور ارفع محبت کے تعلق کو سمجھایا جائے لیکن بدقسمتی سے ان کی حقیقت بھی دنیا بھول چکی ہے۔

آجکل کا معاشرہ اور محبت کی غلط تشریحات

دنیاوی محبت یا مرد و عورت کی پریت و چاہ کے واقعات کی بظاہر تو دنیا مالائیں جپتی نظر آتی ہے۔ لیکن معاشرے میں دیکھیں تو بالکل اس کے برعکس صورت حال نظر آتی ہے، پوری دنیا کی خاص کر نوجوان نسل ایک فرضی، خیالی اور جھوٹی محبت کے پیچھے بھاگتے نظر آتے ہیں، دنیا میں اکثر ڈپریشن کا تعلق اور جرائم کی کثرت کا تعلق، خانگی معاملات یا نفسانی و جسمانی تعلقات سے جڑا ہوا ملتا ہے محبت کی جگہ ہوس اور عریانیت نے لے لی ہے، لوک کہانیوں کو سٹیج پر پرفارم کرنا اعزاز سمجھا جاتا ہے لیکن ان کہانیوں سے جو اصل مطلب اخذ کرنے کا ہوتا ہے اس طرف دھیان نہیں۔ کون سا کونہ دنیا کا آج ہوگا جو محبت کے نغمات سے خالی ہوگا بلکہ اس جھوٹی دنیا نے ابلیس کے دھوکے اور ملاوٹ سے ایسا رنگ اور رُخ اختیار کر لیا ہے جس نے فتنہ انگیزی، بے ہنگمی اور بے راہ روی کی تمام حدیں توڑ دی ہیں، محبت میں خود غرضی، خود سوزی، جسمانی لذت اور بے مقصدیت نے خود عشق کو محبوس کر رکھا ہے اور اس کی خوشبو تعفن میں بدل چکی ہے۔

جہاں کبھی عشق کی تعریف میں یہ کہا جاتا تھا کہ ''رانجھا رانجھا کر دے نیں آپے رانجھا ہوئی'' جہاں یہ تصوف میں محب کے محبوب میں کامل جذب کی طرف استعارہ متصور ہوتا تھا اور جہاں صبرِ عشق کا پیمانہ ہوتا تھا وہاں اب محبت ایک وقت گزارنے کا سامان اور بے صبری رہ گیا ہے۔ یعنی ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یہ دنیاوی محبت یا دنیادار لوگوں کا عشق دنیا میں کوئی اعلیٰ پیمانہ کا معاشرہ یا کردار نہیں پیدا کر سکے کیونکہ ان میں یہ جاذبیت ہی نہیں تھی اور وہ صلاحیت ہی نہیں تھی کہ جن سے اعلیٰ اخلاق کا ظہور ہو اور معاشرہ امن و سکون حاصل کر سکے نیز رشتوں اور پیار کے سلیقے سیکھ سکے۔

عشقِ روحانی

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا دنیا میں محض مرد و عورت کے عشق کے ہی واقعات ہیں یا روحانی اور عشق حقیقی کے بھی ہیں۔ اگر ہم آنکھیں کھول کر دیکھیں تو جابجا ہر دور اور قوم میں ہمیں خدا اور اس کے بندوں کے محبت کے واقعات ملیں گے، ایسے کردار ملیں گے جنہوں نے خدا کی خاطر دنیا چھوڑ دی یا دنیا سے ٹکر لی یا دنیا کی ذرہ بھی پرواہ نہ کی اور ہر ظلم وستم برداشت کیا۔ دنیا کی ہر قوم میں نبیوں کے واقعات اس بات کے شاہد ہیں، چاہے انجیل کھول لیں تورات کھول لیں، گیتا دیکھیں یا گرنتھ صاحب، بدھ مذہب دیکھ لیں یا کوئی اور، ہر مذہب میں نبی اپنے رب کے عشق میں ڈوبے نظر آتے ہیں اور ان کے پیروکار ان نبیوں کی محبت اور خدا کی محبت سے مامور دنیا میں اپنے عمل سے اس محبت کی نشانیاں چھوڑتے گئے چنانچہ مذہب انہی لوگوں کی نشانیاں ہیں اور مذاہب نے ہی رشتوں اور تعلقات کے سلیقے معاشرے کو سکھائے ہیں اگر معاشرے سے ان عاشقِ خدا بندوں کے مذاہب اور ان کی تعلیمات کو ختم کر دیا جائے تو پیچھے محض وحشت و درندگی بچے گی جہاں پیار محبت اور سکوں کا نشان تک نہ ہوگا۔

ظہورِ عشق تام

ان تمام عاشقِ خدا میں سب سے بڑھ کے یہ عشق ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ذات بابرکات میں ظہور ہوا اور آپؐ سے عشق خدا کے ایسے جلوے ظہور ہوئے کہ جن کی روشنی آج 1500 سال گزرنے کے باوجود مزید بڑھتی جاتی ہے۔ یعنی ایسا وجود جس کے بارے میں خود رب کائنات فرماتا ہے

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۲﴾

(آل عمران: 32)

تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یعنی وہ تو ایسا عاشق ہے کہ اب تا قیامت جس کسی نے بھی عشقِ خدا کی کوئی بھی منزل طے کرنی ہے تو اسے حضرت اقدس محمدؐ کے قدموں کی خاک کو اپنے سر کا سندور بنانا پڑے گا اور اس سے ایسی عملی محبت کرنی پڑے گی جیسا کہ خدا چاہتا ہے تو تب ہی وہ سرخرو ہوگا۔ اور تب ہی وہ دنیاوی معاشرت سیکھ سکے گا۔ اسلام کی تاریخ دیکھ لیں وہ ایسے مجنوں اور شیدائیوں سے بھری پڑی ہے چاہے وہ آنحضرتؐ کے دور کے صحابہؓ ہوں جنہوں نے دیوانگی میں اور وارفتگی میں وہ وہ نمونے قائم کیئے کہ مذہبی دنیا تو کیا کسی دنیاوی تاریخ میں بھی ایسے عشاق کہیں نہیں ملیں گے۔ اُس پیارے محبوب کی قوت جذب اتنی شدید تھی کہ ایک مختصر عرصے میں اپنے ایسے جانثار رفقا پیدا کر دیئے جو کبھی اُس کے لئے گھر بار چھوڑنے پر خوش ہوئے تو کبھی اپنی اولادوں اور اہل کو اُس کی خاطر قربان کرنے پر راضی ہوئے، کبھی ہاتھ اور جسم کے ذرے ذرے کو آپؐ سے محبت میں کٹوایا تو کبھی جائیدادوں کو اموال کو جذبات کو نیز اپنی ہستیوں کو آپؐ کی خاطر مٹا دیا تیاگ دیا۔ وہ کبھی ابوبکر صدیق یارِ غار، عمر فاروق، عثمان غنی وعلی حیدر رضوان اللہ علیہم کی صورت میں نظر آتے ہیں تو کبھی ان کو بدر و احد اور ان گنت معرکوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ حسنِ سلوک چاہے وہ اپنی بیویوں سے ہو اولادوں سے ہو، دشمنوں سے ہو یا جانوروں سے غرض ہر میدان میں حسنِ سلوک اور محبت کی وہ اعلیٰ مثالیں اُس رسولؐ کی پیروی میں قائم کیں کہ اُن سے بڑھنا بہت مشکل ہے۔

کیا ایسے عشق کی دنیا میں کہیں مثال ہے؟ جہاں ایک شخص نے اپنے عشاق کی اتنی بڑی جماعت تیار کر دی جو یہ پریت مزید آگے منتقل کرنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ بہرحال اُس پاک انسان کے پریمی ہر دور میں کبھی صلحاء کی صورت میں کبھی فقہا کی صورت میں کبھی اولیاء کی صورت میں اسلامی دنیا میں ظاہر ہوتے رہے۔ کبھی عبدالقادر جیلانیؒ کبھی امام ابو حنیفہؒ، کبھی امام بخاریؒ تو کبھی نظام الدین اولیاءؒ نیز کن کن کا نام لیا جائے۔

وائے افسوس!

مگر وائے افسوس! کہ مسلمان ظاہر پرست بن گے پیر و مرید کے عشق میں امیر خسروؒ۔ نظام الدینؒ اور ان جیسے لاتعداد وجودں کے قصے اور ان کے عشق کی قوالیاں ہندو پاک کے دونوں اطراف میں جھوم جھوم کر طبلے اور سارنگیوں پر گائی جاتی ہیں لیکن ان بزرگوں کے اصل محبوبؐ کو بھول گئے۔ افسوس! کہ سرورِ کونین حضرت اقدس محمد مصطفیٰؐ اور انکے صحابہؓ کے عشق کی مثالیں اور داستانیں بھول گئے جن کو کسی راگ اور الاپ کی ضرورت نہیں اس عشق کی خوشبو اور ترنگ ایسی ہے جو صدیوں بعد آج بھی روحوں کو تڑپا اور گرما دیتی ہے اور وہ عملی طاقت رکھتی ہے جو محبوب رسولؐ کو محبوب خدا بنا دیتی ہے اور کافر کو مسلمان اور مسلمان کو صالح، شہید، صدیق و نبی۔ دنیا بھر میں مسلمان خود تو جھوٹی کہانیوں اور عشق و محبت کے قصوں میں کھو گئے اور محض حظ و سرور و وجد کو محبت کا اصل سمجھ لیا یا ''لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ'' اور ''گستاخ رسول کی ایک ہی سزا، سر تن سے جدا'' جیسے نعروں میں الجھ کر رہ گئے نیز سنت رسولؐ کو چھوڑ کر وحشت و بربریت کو اپنا لیا جبکہ دوسری طرف خدا نے خود جس شخص کو اس زمانے میں عاشقِ رسولؐ بنا کے بھیجا تھا اس کا انکار کر دیا بلکہ اس کی چہار سو پھیلی محبت کی گواہی کو بھی ٹھکرا دیا۔ وہ شخص جس نے محبت کی تعریف کو ایسا بدلہ اور وہاں تک پہنچایا کہ جہاں تک پیر و مرشد و صلحاء صدیوں تک باوجود کوشش کے نہ پہنچ سکے اور وہ آتش عشق محض اس تک محدود نہ رہی بلکہ اس کے بعد اس کے خلفاء میں بدرجہ اولیٰ موجود رہی اور ہے اور اس کی جماعت میں ایسے سرایت کر گئی کہ جیسے یہ وہی جماعت ہو اور وہی لوگ ہوں جو خود آنحضورؐ کے سامنے آپؐ کی اپنی جماعت تھی۔

توہینِ عشق اور بہیمانہ الزامات

آج پاکستان میں بلکہ تمام دُنیا میں مولوی حضرات اپنا سارا زور اس بات پر صرف کر رہے ہیں کہ کسی طرح ثابت کیا جائے کہ جماعت احمدیہ نَعُوْذُبِاللّٰہ رسول کریمؐ کی توہین کی مرتکب ہو رہی ہے۔ یہ وہ علمائے سوء ہیں جو جان بوجھ کر اپنی دکانداری کو چمکانے کے لئے احمدیت دشمنی میں

ایسے جھوٹے بیانات دے کر اپنی نفس کا گند ظاہر کر رہے ہیں۔ یہ گند کبھی اخباروں کبھی تقریروں اور آج کل سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ پر تو روز بلکہ ہر لحظہ نظر آتا رہتا ہے۔ یہ ایک انتہائی گھناؤنا، ظالمانہ اور بہیمانہ الزام ہے۔

دوسری طرف انہی علماء کا اور مسلمانوں کے لیڈروں کا جو کہ مسلمان امت کی رہبری کے دعویدار ہیں اور عاشقِ رسولؐ کہلاتے ہیں مگر یہ حال ہے کہ ہر طرح کی دنیا پرستی میں مبتلا ہیں اور روحانی، اخلاقی اور ایمانی طور پر پست ہو چکے ہیں۔ ان ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مسلمان امت کا بھی انتہائی ابتر حال ہے۔ آئے دن نت نئی وڈیوز اور حرکات منظر عام پر آتی رہتی ہیں نیز خود ایک دوسرے کے پول کھول کھول کے افادہ عام کے لے مشہور کرتے رہتے ہیں، یہ تو خود توہینِ عشق کے مرتکب ہو رہے ہیں یعنی توہینِ عشقِ رسولؐ۔ حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ ہی ہے جو کہ آنحضرتؐ کے عشق میں بے مثال ہے۔ دن رات یہ اس فکر میں ہے کہ کس طرح رسول کریمؐ کا جھنڈا تمام دیگر جھنڈوں سے بلند ہو۔

سچے اور قابلِ تقلید عاشق رسولؐ

آنحضرتؐ کے زمانہ کے بعد سے لے کر موجودہ زمانے تک بانی سلسلہ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا عاشق رسولؐ کہیں بھی نظر نہیں آتا موجودہ زمانہ میں اگر کسی نے آنحضرتؐ کی محبت کے طریقے سکھائے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں اور آپ کے بعد خلفاء نے ہی دنیا کو وہ سلیقے و آداب بتائے ہیں کہ آنحضرتؐ سے محبت کیسے کی جاتی ہے۔ اِن ہی وجودوں نے وہ طریق بتائے کہ کس طرح آنحضرتؐ کے نام پر جانیں نثار کی جاتی ہیں اور آنحضرتؐ کے اسوہ حسنہ پر چلا جاتا ہے۔ ان ہی وجودوں نے اپنے ادوار میں صحیح غیرت اسلامی دکھائی اور قوموں کی اصلاح کا کام کیا اور ایسی جماعت بنا کر دکھا دی جو کہ آنحضورؐ کے اسوہ پر چلنے والی اور اس کی سچی عاشق اور اس کے دین کی صحیح تصویر دنیا کو دکھانے والی ہے کیونکہ سچی محبت کا تو تقاضا ہی یہ ہے کہ سر تا پا اپنے محبوب کی چال ڈھال میں ڈھل جانا اور اس کی ہر حرکت وسکون، مرضی و ارشاد کو تن من دھن کی بازی لگا کر پوری کرنا۔ خلفاء کے عملی کاموں کی تو دنیا شاہد ہے اور ہر کوئی ان کی طرز زندگی اور تحریکات اور جماعت کو دیکھ کر اور کاموں سے اس محبت کا اندازہ کر سکتا ہے جس کا بیان ایک الگ مضمون کا متقاضی ہے میں یہاں چند جذباتی اور واقعاتی مثالیں خلفاء کی بیان کروں گا تا کہ اُس آگ کی کچھ تپش ہم بھی اپنے دل وجگر میں محسوس کر سکیں اور محبت کے صحیح معنی اور ادراک حاصل کر سکیں۔

خاتم الخلفاء حضرت مسیح موعودؑ

خلفاء مسیح موعودؑ کے واقعات لکھنے سے قبل ہلکی سی جھلک امام آخر الزمان کی رسول اللہؐ سے محبت برکت کی خاطر بیان کر دوں۔

حضرت مسیح موعودؑ ایک عربی شعر میں فرماتے ہیں

اِنِّیْ اَمُوْتُ وَلَا تَمُوْتُ مَحَبَّتِیْ
یُدْرٰی بِذِکْرِکَ فِی التُّرَابِ نِدَائِیْ

(اے میرے پیارے!) میں تو (ایک دن) اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا، لیکن میری (وہ) محبت (جو میں تجھ سے کرتا ہوں اس) پر کبھی موت نہیں آئے گی (کیونکہ) میری (قبر کی) مٹی سے تیری یاد میں (جو) آوازیں بلند ہونگی (وہ یہی ہونگی اے میرے محبوب محمدؐ!۔ اے میرے معشوق محمدؐ!۔ اے میرے پیارے محمدؐ!)

(منن الرحمان صفحہ 25)

پھر اپنے مشہور قصیدہ میں فرماتے ہیں

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہٖ الدُّنْیَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

(آئینہ کمالات اسلام، صفحہ 593)

اے میرے رب! تو اپنے نبیؐ پر اس جہان میں بھی درود نازل فرما اور دوسرے جہان میں بھی درود نازل فرمانا۔

حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے فرماتے ہیں کہ ان کو حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے فرمایا کہ!

’’حضرت صاحب نے بہت مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے بار ہا بیداری میں ہی آنحضرتؐ سے ملاقات کی ہے اور کئی حدیثوں کی تصدیق آپ سے براہِ راست حاصل کی ہے۔ خواہ وہ لوگوں کے نزدیک کمزور یا کم درجہ کی ہوں۔‘‘

(سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم روایت نمبر 572 صفحہ 550 تذکرہ صفحہ 678)

’’میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

اللہ جل شانہ اور رسول اور قرآن کریم کی محبت اور عشق میں فانی

اب دیکھتے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے عشق کے واقعات بلکہ ان سے پہلے ایک گواہی حضرت مسیح موعودؑ کی دیکھتے ہیں، فرماتے ہیں،

’’مولوی حکیم نوردین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفت ایثار اور للہ شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی اسلام میں عجیب شان رکھتے ہیں۔ کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے دلوں میں ان کی صحبت کا اثر ہے۔ مولوی صاحب موصوف اب تک تین ہزار روپیہ کے قریب اللہ اس عاجز کو دے چکے ہیں اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں اگرچہ یہ طریق دنیا اور معاشرت کے اصولوں کے مخالف ہے مگر جو شخص خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر اور دین اسلام کو ایک سچا اور منجانب اللہ دین سمجھ کر اور بایں ہمہ اپنے زمانہ کے امام کو بھی شناخت کر کے اللہ جل شانہ اور رسول اللہ اور قرآن کریم کی محبت اور عشق میں فانی ہو کر محض اعلاء کلمۂ اسلام کے لئے اپنے مال حلال اور طیب کو اس راہ میں فدا کرتا ہے اس کا جو عنداللہ قدر ہے وہ ظاہر ہے۔‘‘

(نشان آسمانی فیصلہ صفحہ 46)

یہ وہ گواہی اُس کی طرف سے ہے جو آخری زمانے میں حضرت محمدؐ کے عاشق اعظم ہیں اور ان کی طرف سے کسی کو ’’اللہ جل شانہ اور رسول اللہ اور قرآن کریم کی محبت اور عشق میں فانی‘‘ قرار دینا یونہی نہیں ہوسکتا، لیکن یہاں کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت نور الدینؓ کو یہ مقام محض اپنی کوشش سے مل گیا تھا بلکہ یہ بھی اس زمانے کے امام کے توسط سے نصیب ہوا تھا، اس کو سمجھنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے متعلق مندرجہ ذیل عشق میں مخمور عبارات پڑھیں۔

نورالدین کا معشوق

’’پھر جب خلیفہ ہو گئے تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تم جانتے ہو نورالدین کا یہاں ایک معشوق ہوتا تھا جسے مرزا کہتے تھے۔ نورالدین اس کے پیچھے یوں دیوانہ وار پھرا کرتا تھا کہ اسے اپنے جوتے اور پگڑی کا بھی ہوش نہیں ہوا کرتا تھا۔‘‘

(حیات نور باب چہارم صفحہ 188)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ فرماتے ہیں۔

’’نواب خان صاحب تحصیلدار مرحوم نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب سے ایک دفعہ عرض کیا کہ مولانا! آپ تو پہلے ہی با کمال بزرگ تھے۔ آپ کو حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے زیادہ کیا فائدہ حاصل ہوا۔ اس پر حضرت مولانا صاحبؓ نے فرمایا۔ نواب خاں! مجھے حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے فوائد تو بہت حاصل ہوئے ہیں لیکن ایک فائدہ اُن میں سے یہ ہوا ہے کہ پہلے مجھے حضرت نبی کریمؐ کی زیارت بذریعہ خواب ہوا کرتی تھی اب بیداری میں بھی ہوتی ہے۔‘‘

(حیاتِ نور باب چہارم صفحہ 194)

پھر آپؓ خود فرماتے ہیں، ’’مجھ کو حضور نبی کریمؐ نے ایک مرتبہ خواب میں فرمایا کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بہت پڑھا کرو۔‘‘

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ 212)

تو ہم کو محبوب ہے

پھر فرماتے ہیں ’’میں نے ایک مرتبہ نبی کریمؐ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو کمر پر اس طرح اُٹھا رکھا ہے جس طرح بچوں کو مشک بناتے ہیں۔ پھر میرے کان میں کہا کہ تو ہم کو محبوب ہے۔‘‘

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ 29)

حضورؓ ایک خطبہ عید میں فرماتے ہیں۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

(الکوثر:2-4)

’’یہ ایک مختصر سی سورۃ ہے اور اس مختصر سی سورۃ شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان پیشگوئی بیان فرمائی ہے جو جامع ہے۔‘‘ حضورؓ آگے مزید فرماتے ہیں ’’یہ کوثر مکان کے لحاظ سے عطاء فرمائی۔ کوئی آدمی نہیں ہے جو یہ کہہ دے کہ مجھے احکام الٰہی میں اتباع رسالت پناہی کی ضرورت نہیں۔ کوئی صوفی، کوئی مست قلندر۔ بالغرد، بالغ عورت کوئی ہو اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔ اب کوئی وہ خضر نہیں ہوسکتا جو لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا (الکھف:68) بول اٹھے۔ یہ وہ موسیٰؑ ہے جس سے کوئی الگ نہیں ہوسکتا۔ کوئی آدمی مقرب ہو نہیں سکتا جب تک محمد رسول اللہؐ کی سچی اتباع نہ کرے۔‘‘

(خطبہ عید الاضحی 21 اپریل 1899ء)

(خطباتِ نور صفحہ 24-25)

بقیہ صفحہ 11 پر

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Android app on Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

مسز نسیم مرزا۔ یوکے

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

لاک ڈاؤن کے دنوں میں ایک روز بس یونہی خیال آیا کہ ہر کام میں خدا کی حکمت ہوتی ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ تو یہ شعر زبان پر جاری ہوا۔

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلاء ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

بہرحال دماغ سوچتا رہا۔ بہت سے خیالات آئے۔ بہت غور کیا نقصان تو کوئی نظر نہیں آیا۔ فوائد ہی نظر آئے۔ نقصان تو تب ہوتا اگر ہم اپنے پیارے خلیفہ کی تصویر اور آواز نہ سن سکتے۔ یا براہ راست خطبہ جمعہ سننے سے محروم ہوجاتے مگر الحمدللہ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ اس لاک ڈاؤن کے فوائد اگر تفصیل سے لکھے جائیں تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا میں صرف ایک واقعہ بیان کرونگی۔ اور اس سے جو سبق حاصل ہوتا ہے وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

’’کبھی ایسا بھی ہوتا ہے‘‘ یا ’’دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو‘‘

یوکے میں میری بھتیجی کی شادی اپریل میں ہونا قرار پائی تھی۔ تاریخ طے کرنے کے ساتھ ہی دونوں خاندانوں میں بھرپور تیاریوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ دونوں گھروں میں پہلے پہلے بچہ کی شادی تھی۔ اور یہ تو بہت ہی اہم ہوتی ہے۔ شادی کارڈ چھپوائے گئے تقسیم کرنے شروع کر دیئے۔ دونوں فیملیز نے دسمبر میں ہی رخصتی اور دعوت ولیمہ کے لئے ہال بک کروا لئے تھے۔ جو تقریباً چار، چارسو افراد کے لئے تھے۔ 16 مارچ کو میں بھی یوکے شادی میں شمولیت کے لئے پہنچ گئی۔ شاید میں نے اپنی پوری زندگی میں کسی شادی کے لئے اتنی بھرپور تیاری نہیں کی تھی جتنی اس موقع پر کی۔

مگر وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ 20 مارچ کو کرونا وائرس کی وجہ سے لاک ڈاؤن ہوگیا۔ بارڈر بند فلائٹس بند تمام سرگرمیاں ختم۔ شادی کی تاریخ وقتی طور پر کینسل کر دی گئی اور عزیز واقارب کو مطلع بھی کر دیا گیا۔

گھر جب روزانہ خبریں سنتے تو حالات کی سنگینی کا اندازہ ہوا کہ یہ سلسلہ تو جلد ختم ہونے والا نہیں۔ رجسٹری آفس بھی بند ہوگیا اور لیٹر بھی آ گیا۔ تو اس موقع پر جبکہ ہر گھر مسجد بن چکا تھا۔ دعاؤں کا سلسلہ بہت زیادہ زور پکڑ گیا تو اللہ تعالیٰ نے فریقین کے دل میں ایک خواہش پیدا کی کہ اپنی دنیاوی خواہشات کو چھوڑو۔ وقت ضائع نہ کرو اور سادگی کے ساتھ مقررہ تاریخ پر رخصتی کر دو۔

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضئ خدا

دونوں طرف بچوں (دلہا، ودلہن) سے مشورہ کیا گیا تو دونوں نے بخوشی والدین کے فیصلے کو قبول کیا۔ جماعتی کارروائی کے بعد نکاح کی اجازت مل گئی جو کہ پہلے سے رخصتی کی مقررہ تاریخ تھی۔

4 افراد مسجد میں گئے۔ دلہا، ولی اور دو گواہ۔ نکاح ہوا اور اس کے بعد تین افراد دو دلہن کے گھر رخصتی لینے آ گئے۔ دلہن آف وائٹ سادہ لباس میں ملبوس بغیر مہندی کے ہاتھ۔ سادہ سا میک اَپ اور لائٹ سی جیولری۔ دلہا بجائے شیروانی اور ٹربن کے صرف کوٹ پتلون پہنے آیا۔ دونوں کو بٹھایا۔ دعا کی اور رخصت کر دیا۔

شادی ہوگئی۔ دلہن پیا دیس سدھار گئی۔ دل غمگین تھے، آنکھیں اشکبار تھیں۔ بچی کی رخصتی کے موقع پر ایسا ہوتا ہے مگر اس موقع پر کچھ زیادہ ہی ہوا مگر آفرین ہے ان بچوں کے جنہوں نے ان حالات میں ایک بے مثال قربانی دے کر ایک لازوال داستان امر کر دی۔ جسے آنے والی نسلیں یاد رکھیں گی کہ شادی کے لئے روایتی انداز میں سجا ہوا خوبصورت بیش قیمت سٹیج، ان کے جوڑے کے ہم رنگ شیروانی میں ملبوس دلہا، ایک مخصوص انداز میں دلہا دلہن کی اینٹری، چارسو لوگوں کی موجودگی، چٹ پٹے کھانوں کا لمبا چوڑا menu، ویڈیو گرافی یا outdoor فوٹو شوٹ ضروری نہیں ہے۔ نکاح ضروری ہے۔ اور چار لوگوں کی موجودگی میں بھی رخصتی ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیاوی خرافات سے بچا کر قرآن وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دین میں آسانیاں ہیں اور ہمیں ان آسانیوں کو اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

ایک سبق آموز بات

ساتھ دینا اور کام آنا

ایک قابل قدر شخصیت کا حامل شخص بننے کے لئے آپ کے اندر ہمہ وقت ایک نافع الناس وجود بننے کا جذبہ موجزن رہنا ضروری ہے۔ ہر بڑے کام کی ابتدا چھوٹی چھوٹی باتوں کی عادت سے ہوتی ہے جیسے کسی کا سامان اٹھانے میں ساتھ دینا یا کسی کو مصروفیت یا مجبوری میں پانی پلانا یا کافی لا دینا یا پھر کھانا کھلا دینا بھی ساتھ دینے اور کام آنے کے ہی زمرے میں آتا ہے جو آگے چل کر کسی کو خون کا عطیہ دینے تک کی سوچ کو اجاگر کرتا ہے اور دوسرے کے بڑے کاموں میں مدد دینے کی عادت کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

مرسلہ: کاشف احمد

فقہی کارنر

تورات وانجیل میں سؤر کی حرمت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

(پولوس نے۔ناقل) ایک اور گند اس مذہب میں ڈال دیا ہے کہ اُن کے لئے سؤر کھانا حلال کر دیا۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ انجیل میں سؤر کو ناپاک قرار دیتے ہیں۔ تبھی تو انجیل میں ان کا قول ہے کہ اپنے موتی سؤروں کے آگے مت پھینکو۔ پس جب کہ پاک تعلیم کا نام حضرت مسیحؑ نے موتی رکھا ہے تو اس مقابلہ سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ پلید کا نام انہوں نے سؤر رکھا ہے اصل بات یہ ہے کہ یونانی سؤر کو کھایا کرتے تھے کہ آج کل تمام یورپ کے لوگ سؤر کھاتے ہیں۔ اس لئے پولوس نے یونانیوں کے تالیف کے لئے سؤر بھی اپنی جماعت کے لئے حلال کر دیا۔ حالانکہ توریت میں لکھا ہے کہ وہ ابدی حرام ہے اور اس کا چھونا بھی جائز نہیں ہے۔

(چشمۂ مسیح، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 375)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

6/اکتوبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:57	18:04
مدینہ منورہ	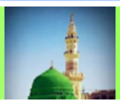	04:58	18:04
قادیان		05:04	18:08
ربوہ		04:44	17:47
اسلام آباد ٹلفورڈ	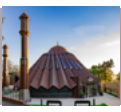	05:42	18:30